عمیرہ احمد

آبِ حیات

آب حیات کی کہانی تاش کے تیرہ پتوں میں چھپی ہوئی ہے۔

2۔ ایک خوب صورت اتفاق نے امامہ اور سالار کو یکجا کردیا ہے۔ سالار نے امامہ کو ایر رنگز دیے ہیں۔ وہ بالکل ویسے ہی ہیں، جیسے امامہ شادی سے قبل پہنتی تھی اور جو اسے اس کے والد ہاشم نے دیے تھے۔ سکندر عثمان نے اس شادی کو کھلے دل سے قبول کیا۔

9۔ سی آئی اے ہیڈ کوارٹر کے ایک کمرے میں چار اشخاص گزشتہ ڈیڑھ ماہ سے ایک پروجیکٹ پر کام کر رہے ہیں۔ انہیں ایک شخص بلکہ اس کی پوری فیملی کے تمام بیرونی معاملات اور ذاتی زندگی کی تمام تر مکمل معلومات حاصل ہیں اور انہیں اس میں سے کسی ایسے پوائنٹ کی ضرورت ہے۔ جس کی بنیاد پر وہ اس شخص پر ہاتھ ڈال سکیں۔ لیکن اس شخص سمیت اس کی فیملی کے نہایت شفاف ریکارڈ سے اب تک کوئی مشکوک بات نہیں نکال سکے مگر آخری پندرہ منٹ میں انہیں اس فیملی کی کسی لڑکی کی تاریخ پیدائش کے حوالے سے کوئی سرا مل جاتا ہے۔

L۔ وہ کئی راتوں سے تکلیف میں تھی۔ سکون آور ادویات کے بغیر سو نہیں پا رہی تھی۔ وہ اپنے باپ سے بس ایک سوال کرنے آئی تھی کہ اس نے اس کی فیملی کو کیوں مار ڈالا۔

6۔ اسپیلنگ بی کے بانوے مقابلے کے فائنل میں تیرہ سالہ اور نو سالہ دو بچے چودھویں راؤنڈ میں ہیں۔ تیرہ سالہ نینسی نے نو حرفوں کے لفظ کا ایک حرف غلط بتایا۔ اس کے بعد نو سالہ ایک خود اعتماد بچے نے گیارہ حرفوں کے لفظ کی درست اسپیلنگ بتا دیں۔ ایک اضافی لفظ کے درست ہجے بتانے پر وہ مقابلہ جیت سکتا تھا۔ جسے غلط بتانے کی صورت میں تیرہ سالہ بچی دوبارہ فائنل میں آجاتی۔ وہ اضافی لفظ سن کر اس خود اعتماد، مطمئن اور ذہین بچے کے چہرے پر پریشانی پھیلی، جسے دیکھ کر اس کے والدین اور ہال کے دیگر مہمان بے چین ہوئے مگر اس کی یہ کیفیت دیکھ کر اس کی سات سالہ بہن مسکرا دی۔

A۔ وہ جانتی تھی کہ وہ بددیانتی کر رہی ہے مگر پھر بھی اس نے اس کتاب کے پہلے باب میں تبدیلی کر دی اور ترمیم شدہ باب کا پرنٹ نکال کر دیگر ابواب کے ساتھ فائل میں رکھ دیا۔

7۔ وہ دونوں ایک ہوٹل کے بار میں تھے۔ لڑکی نے اسے ڈرنک کی آفر کی مگر مرد نے انکار کر دیا اور سگریٹ پینے لگا۔ لڑکی نے پھر ڈانس کی آفر کی، اس نے اس بار بھی انکار کر دیا۔ وہ لڑکی اس مرد سے متاثر ہو رہی تھی۔ وہ اسے رات ساتھ گزارنے کے بارے میں کہتی ہے۔ اب کے وہ انکار نہیں کرتا۔

4۔ وہ اپنے شوہر سے ناراض ہو کر اسے چھوڑ آئی ہے۔ ایک بوڑھی عورت کے سوال و جواب نے اسے سوچنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اب وہ خود اپنے اس اقدام سے غیر مطمئن اور ملول نظر آتی ہے۔

5۔ وہ جیسے ہی گھر آیا۔ معمول کے مطابق اس کے دونوں بچے اپنا کھیل چھوڑ کر اس کے گلے آلگے۔ حسب معمول اس کی بیوی نے بھی جو تیسری بار امید سے تھی، اس کا پرتپاک استقبال کیا۔ وہ لان میں اپنی بیوی بچوں کو مطمئن و مسرور دیکھ کر سوچ رہا ہے کہ اگر وہ چند پیپر پھاڑ کر پھینک دے تو اس کی زندگی آئندہ بھی اسی طرح خوب صورت رہ سکتی ہے۔ مگر وہ

ضروری فون آجاتا ہے۔ جس کا وہ انتظار کررہا ہے۔ اب اسے اپنی فیملی اور استعفیٰ میں سے ایک چیز کا انتخاب کرنا تھا۔
8۔ پریذیڈنٹ ایک انتہائی مشکل صورت حال سے دوچار تھا۔ اس کا فیصلہ کانگریس کے الیکشنز پر بری طرح اثرانداز ہوسکتا تھا۔ کیبنٹ کے چھ ممبرز کے ساتھ پانچ گھنٹے کی طویل نشست کے بعد اسے پندرہ منٹ کا وقفہ لینا پڑا تھا۔ فیصلے کی ذمہ داری اس کے سر تھی۔ آخرکار وہ ایک فیصلے پر پہنچ گیا۔
10۔ الزائمر کے مریض باپ کو وہ اپنے ہاتھوں سے یخنی پلا رہا تھا۔ اس کے انداز میں اپنے باپ کے لیے نہایت پیار' احترام اور تحمل ہے۔ اس کے باپ کو معلوم نہیں کہ وہ اس کے ہاتھ سے آخری بار کھانا کھا رہا ہے۔ اس کا سامان ایرپورٹ پر جاچکا ہے اور وہ گاڑی کا انتظار کررہا ہے۔
Q۔ وہ نیلے رنگ کی شفاف جھیل پر اس کے ہمراہ ہے۔ خوب صورت حسین مناظر میں گھری جھیل میں وہ صندل کی لکڑی کی کشتی میں سوار ہے۔
K۔ وہ تیسری منزل پر بنے اپارٹمنٹ کے بیڈروم کی کھڑکی سے ٹیلی اسکوپ کی مدد سے ساٹھ فٹ کے فاصلے پر اس بینکوئٹ ہال پر نظر رکھے ہوئے ہے۔ ٹائم نو بج کر دو منٹ ہو رہے ہیں۔ پندرہ منٹ بعد وہ مہمان بینکوئٹ ہال میں داخل ہوگا۔ وہ ایک پروفیشنل شوٹر ہے۔ اسے مہمان کو نشانہ بنانے کے لیے ہائر کیا گیا ہے۔
3۔ وہ اس سے اصرار کررہی ہے کہ نجومی کو ہاتھ دکھایا جائے۔ وہ مسلسل انکار کرتا ہے مگر اس کی خوشی کی خاطر مان لیتا ہے۔ نجومی لڑکی کا ہاتھ دیکھ کرتا تا ہے کہ اس کے ہاتھ پر شادی کی دو لکیریں ہیں۔ دوسری لکیر مضبوط اور خوشگوار شادی کو ظاہر کرتی ہے۔ وہ دونوں ساکت رہ جاتے ہیں۔

آدم و حوا

ایک خوب صورت اتفاق نے سالار اور امامہ کو یکجا کردیا۔ اس نے امامہ کو سال بعد دیکھا تھا۔ ان کی ابتدائی زندگی کا پہلا اختلاف لائٹ پر ہوا۔ سالار کو لائٹ آن کر کے سونے کی عادت تھی جبکہ امامہ کو روشنی میں نیند نہیں آتی تھی۔ لیکن سالار نے امامہ کی بات مان لی۔ صبح وہ امامہ کو جگائے بغیر سحری کر کے نماز پڑھنے چلا جاتا ہے' امامہ سحری کے لیے اٹھتی ہے تو فرقان کے گھر سے کھانا آیا رکھا ہوتا ہے۔ امامہ اسے سالار کی بے اعتنائی سمجھتی ہے۔ سعیدہ اماں سے فون پر بات کرتے ہوئے وہ رو پڑتی ہے اور وجہ پوچھنے پر اس کے منہ سے نکل جاتا ہے کہ سالار کا رویہ اس کے ساتھ ٹھیک نہیں ہے۔ سعیدہ اماں کو سالار پر سخت غصہ آتا ہے۔ وہ ڈاکٹر سبط علی کو بھی بتادیتی ہیں کہ سالار نے امامہ کے ساتھ کچھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ سالار ڈاکٹر سبط علی کے گھر امامہ کا روکھا رویہ محسوس کرتا ہے' سعیدہ اماں بھی سالار کے ساتھ ناراضی سے پیش آتی ہیں۔ پھر امامہ اس رات سعیدہ اماں کے ہی گھر رہ جاتی ہے۔ سالار کو اچھا نہیں لگتا مگر وہ منع نہیں کرتا۔ امامہ کو یہ بھی برا لگتا ہے کہ اس نے ساتھ چلنے پر اصرار نہیں کیا۔ اس کو سالار سے یہ بھی شکوہ ہوتا ہے کہ اس نے اسے منہ دکھائی نہیں دی۔ سالار اپنے باپ سکندر عثمان کو بتادیتا ہے کہ اس کی شادی آمنہ نامی جس لڑکی سے ہوئی ہے وہ دراصل امامہ ہے۔ سکندر عثمان اور طیبہ سخت پریشان ہوجاتے ہیں۔ امامہ کو فرقان کے گھر روزانہ کھانا کھانے پر بھی اعتراض ہوتا ہے اور سالار کے سی فوڈ کھانے پر بھی۔ سکندر عثمان' طیبہ اور انیتا ان دونوں سے ملنے آتے ہیں اور امامہ سے بہت پیار سے ملتے ہیں۔ وہ سالار کا ولیمہ اسلام آباد میں کرنے کے بجائے اب لاہور میں کرنے کا منصوبہ بناتے ہیں۔ ڈاکٹر سبط' امامہ سے سالار کے ناروا سلوک کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو وہ شرمندہ ہی ہوجاتی ہے کیونکہ وہ بات اتنی بڑی نہیں تھی جتنی اس نے بنا ڈالی تھی۔ سالار' امامہ سے اسلام آباد چلنے کو کہتا ہے۔ تو امامہ خوف زدہ ہوجاتی ہے۔
ڈاکٹر سبط' سالار کو سمجھاتے ہیں۔ وہ خاموشی سے سنتا ہے۔ وضاحت اور صفائی میں کچھ نہیں بولتا مگر ان کے گھر سے واپسی پر وہ امامہ سے ان شکایتوں کی وجہ پوچھتا ہے۔ وہ جواباً "روتے ہوئے وہی بتاتی ہے' جو سعیدہ اماں کو بتاچکی ہے۔ سالار کو اس کے آنسو تکلیف دیتے ہیں' پھر وہ اس سے معذرت کرتا ہے اور سمجھاتا ہے کہ آئندہ جو بھی شکایت ہو' کسی اور سے نہ کرنا' ڈائریکٹ مجھے ہی بتانا' وہ اس کے ساتھ سعیدہ اماں کے گھر سے جہیز کا سامان لے کر آتا ہے' جو کچھ امامہ نے خود جمع کیا ہوتا ہے اور کچھ ڈاکٹر سبط نے اس کے لیے رکھا ہوتا ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں گھٹیا رومانوی ناول دیکھ کر سالار کو کوفت

ہوتی ہے اور وہ انہیں تلف کرنے کا سوچتا ہے۔ مگر امامہ کی وجہ سے رک جاتا ہے۔ سالار اپنے بینک میں امامہ کا اکاؤنٹ کھلوا کر تیس لاکھ روپے اس کا حق مہر جمع کرواتا ہے۔ وہ امامہ کو لے کر اسلام آباد جاتا ہے اور ایئرپورٹ پر اسے بتاتا ہے کہ سکندر عثمان نے منع کیا تھا۔ امامہ کو شدید غصہ آتا ہے۔ گھر پہنچنے پر سکندر عثمان اس سے شدید غصہ کرتے ہیں۔

سکندر عثمان سالار کی اسلام آباد آمد پر پریشان ہو جاتے ہیں۔ امامہ کو اس گھر میں آکر شدید ڈپریشن ہوتا ہے۔ وہ نو سال بعد سالار کے گھر سے اپنے گھر کو دیکھتی ہے۔ دو دن رہ کر وہ واپس آجاتے ہیں۔ امامہ کہتی ہے کہ وہ اسلام آباد میں رہنا چاہتی ہے۔ سالار کی جاب یہاں ہے تو وہ مہینہ میں ایک دفعہ آجایا کرے۔ اس کی اس بات سے سالار کو دکھ ہوتا ہے، پھر جب وہ کہتا ہے کہ اسے امریکہ چلے جانا ہے تو امامہ کہتی ہے کہ وہ دوسری شادی کرلے۔ یہ تجویز سالار کے لیے شاکنگ ہوتی ہے۔ وہ امامہ سے اس کی توقع نہیں کرتا تھا۔

سالار، امامہ کو کراچی لے کر جاتا ہے تو وہ انیتا کے گھر جاتی ہے۔ وہ سالار سے کہتی ہے کہ وہ بھی ایسا شاندار گھر چاہتی ہے۔ جس میں سبزیوں کا فارم، فش فارم ہو اور وہ کم از کم ایک ایکڑ کا ہونا چاہیے۔ سالار حیران رہ گیا تھا۔ عید کے موقع پر اس کو میکے کی کمی کا احساس ہوتا ہے۔ سالار کے ساتھ ایک پارٹی میں شراب کی موجودگی پر اس کے دل میں سالار کے لیے بدگمانی آجاتی ہے۔ جس کو سالار دور کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ وہ اب ان چیزوں سے بہت دور جا چکا ہے۔ سالار بینک میں کام کرتا ہے۔ امامہ اس سے سود کے مسئلہ پر بحث کرتی ہے۔ وہ کہتی ہے سود حرام ہے۔

امامہ، سالار کا خیال رکھتی تھی۔ اس کی سالار کے دل میں قدر تھی، لیکن وہ زبان سے اظہار نہیں کرتا۔ سالار البتہ جلال کے لیے اس کے دل میں جو نرم گوشہ ہے اس سے بری طرح ہرٹ ہوتا ہے۔

سالار اپنا پلاٹ بیچ کر تقریباً "ڈیڑھ کروڑ کی انگوٹھی خرید کر دیتا ہے۔ سکندر عثمان کو جب یہ بات پتا چلتی ہے تو وہ حیران رہ جاتے ہیں، پھر وہ اس سے پوچھتے ہیں۔ "کہاں سے لی تھی یہ رنگ؟"

سالار بتاتا ہے کہ اس نے قیمتی ترین شاپ سے خاص طور پر یہ انگوٹھی ڈیزائن —— کروائی ہے۔ اور تھوڑی رقم بچی تھی جو اس نے خیراتی اداروں کو دے دی ہے۔ امامہ کو اس انگوٹھی کی قیمت کا بالکل اندازہ نہیں ہے۔ سالار بھی اسے اصل قیمت نہیں بتاتا۔

امامہ کی ملاقات اتفاقاً "جلال سے ہوتی ہے۔ جلال اسے لنچ کے لیے لے جاتا ہے۔ وہ یہ جان کر بہت مرعوب ہوتا ہے کہ وہ سالار سکندر کی بیوی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ سالار جس عہدے پر ہے۔ وہاں اس نے خوب کمایا ہوگا۔ ریسٹورنٹ میں اچانک فاروق صاحب آجاتے ہیں۔ جلال کے امامہ کے تعارف کرانے پر وہ چونک جاتے ہیں۔ جلال سے مل کر امامہ بہت ڈسٹرب ہو جاتی ہے۔ اس سے گاڑی بھی نہیں چلائی جاتی۔ وہ سالار کو فون کرتی ہے۔ فون آف ہوتا ہے۔ اس کی جوتی کا اسٹرپ بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ تب وہ اس کے آفس جانے کا فیصلہ کرتی ہے۔ سالار کو پتا چلتا ہے کہ وہ اپنا کریڈٹ کارڈ بھی شاپنگ سینٹر میں بھول آئی ہے۔ وہ سالار کے آفس کے باتھ روم میں جاکر فریش ہوتی ہے اور اپنی قیمتی انگوٹھی وہاں بھول آتی ہے۔ اسے بعد میں بھی وہ انگوٹھی یاد نہیں آتی۔ دو دن بعد ایک ڈنر پر فاروق صاحب، سالار سے ملتے ہیں جب وہ اپنی بیوی کا تعارف کرانا چاہتا ہے تو وہ کہتے ہیں ڈاکٹر جلال انصر کے ساتھ لنچ کے دوران امامہ سے مل چکے ہیں۔

سالار یہ جان کر امامہ سے ناراض ہو جاتا ہے۔ وہ ناراضی میں اسے سعیدہ اماں کے ہاں بھجوا دیتا ہے۔ ڈاکٹر سبط علی سالار کو بلاتے ہیں۔ وہ نہیں جاتا تو وہ امامہ سے تعلق ختم کرنے کا اشارہ کرتے ہیں۔ تب سالار ان کے پاس جاتا ہے اور امامہ سے معافی مانگ کر اسے اپنے گھر لے آتا ہے۔

ایک ہفتہ بعد سالار اسے یاد دلاتا ہے کہ امامہ انگوٹھی کہاں بھولی تھی۔ سالار، امامہ سے ایک معاہدہ پر دستخط کراتا ہے۔ جس میں اسے سالار سے علیحدگی کی صورت میں بہت سے حقوق حاصل ہوں گے۔

ڈاکٹر سبط علی کا سلوک سالار کے ساتھ بہت روکھا ہو جاتا ہے۔ امامہ کو برا لگتا ہے، وہ ان سے کہتی ہے، تب ڈاکٹر سبط علی اس کو نصیحت کرتے ہیں کہ عورت کو اپنا گھر کبھی نہیں چھوڑنا چاہیے۔

امامہ سالار کے ساتھ کھانا کھانے ریسٹورنٹ میں جاتی ہے۔ ایک ویٹر سالار کو ایک چٹ لا کر دیتا ہے "آپ یہ جگہ فوراً چھوڑ دیں۔" سالار جانے لگتا ہے، لیکن تب ہی امامہ کے باپ اور بھائی وہاں آجاتے ہیں۔ وہ سالار پر حملہ کرتے ہیں۔

ساتویں قسط

سالار نے اپنا دفاع کرتے اپنا گریبان چھڑاتے ہوئے ہاشم مبین کو ذرا سا پیچھے دھکیلا۔ ان کے لیے یہ دھکا کافی ثابت ہوا۔ وہ پیر پھسلنے پر بے اختیار نیچے گرے۔ ریسپشن تب تک باہر موجود سیکیورٹی کو انفارم کر چکا تھا۔ ہال میں دوسری میزوں پر بیٹھے ہوئے لوگ کچھ متوحش انداز میں یہ سب دیکھ رہے تھے۔ جبکہ میزوں پر سرو کرتے ہوئے ویٹرز بے حد برق رفتاری سے ان کی طرف بڑھنے لگے۔ اس دھکے نے عظیم کو بھی یک دم مشتعل کر دیا۔ وہ بھی بلند آواز میں اسے گالیاں دیتے ہوئے جوش میں آگے آیا اور بے حد غیر متوقع انداز میں اس نے سالار کے جبڑے پر گھونسا دے مارا۔ چند لمحوں کے لیے سالار کی آنکھوں کے سامنے واقعی اندھیرا چھا گیا' وہ اس گھونسے کے لیے تیار نہیں تھا۔ وہ ذرا سا ایک طرف جھکا اور عظیم اس کے پیچھے کھڑی امامہ تک جا پہنچا۔ اس نے کانپتے ہوئے سالار کے پیچھے چھپنے کی کوشش کی' لیکن عظیم نے اسے بازو سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے نہ صرف سالار سے الگ کرنے کی کوشش کی بلکہ اس کے چہرے پر ایک زوردار تھپڑ بھی رسید کیا۔ سالار تب تک سنبھل کر سیدھا ہوتے ہوئے اسے چھڑانے کے لیے پلٹا تھا۔ جب اس کے بائیں کندھے کی پشت پر درد کی تیز لہر اٹھی۔ اس نے ہونٹ بھینچ کر اپنی چیخ روکی۔ وہ ہاشم مبین تھے جنہوں نے ٹیبل پر پڑا چاقو اس کی پشت میں مارنے کی کوشش کی' لیکن آخری لمحے میں ہٹنے کی وجہ سے وہ اس کے بائیں کندھے میں جا لگا تھا۔

سیکیورٹی اور دوسرے ویٹرز تب تک قریب پہنچ چکے تھے۔ سالار نے اپنے کندھے کی پشت سے وہ چاقو نکال لیا۔ سیکیورٹی والے اب ان تینوں کو پکڑ چکے تھے۔ وہ چاقو نوک دار ہوتا تو زخم بے حد خطرناک ہوتا' لیکن اب بھی اس چاقو کا اگلا سرا اس کے کندھے کے گوشت میں دھنسا ہوا تھا۔ امامہ نے نہ تو ہاشم مبین کو سالار کو وہ چاقو مارتے دیکھا تھا' نہ ہی اس نے سالار کو وہ چاقو نکالتے دیکھا۔ سیکیورٹی والوں نے سالار کو عظیم سے چھڑاتے ہوئے' عظیم کو اپنی گرفت میں لے لیا' تب تک سالار اپنی جینز کی جیب سے سیل نکال کر سکندر کو فون پر وہاں آنے کے لیے کہہ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر تکلیف کے آثار تھے' لیکن وہ اس کے باوجود اپنے لہجے کو حتی المقدور نارمل رکھتے ہوئے سکندر سے بات کر رہا تھا۔ وہ دوسرے ہاتھ سے اپنی پشت کے اس زخم کو دبائے ہوئے تھا۔ اس کے دبانے اور محسوس کرنے کے باوجود اس کے زخم سے خون بہہ رہا تھا۔ وہ اپنے کندھے سے کمر تک خون کی نمی محسوس کر رہا تھا لیکن اسے یہ اندازہ نہیں تھا کہ خون کتنی مقدار میں نکل رہا تھا۔

سیکیورٹی والے اس گفتگو کے دوران ہاشم مبین' وسیم اور عظیم کو وہاں سے لے جا چکے تھے۔ ریسٹورنٹ کے پورے ہال میں بے حد سراسیمگی کا عالم تھا۔ کچھ لوگ وہاں سے اٹھ کر چلے گئے تھے اور جو ابھی وہاں موجود تھے' وہ ان دونوں کو دیکھ رہے تھے۔

"آپ کو فرسٹ ایڈ کی ضرورت ہوگی' آپ آجائیں۔" منیجر نے اس کی پشت پر بہنے والے خون کو دیکھتے ہوئے کچھ تشویش کے عالم میں اس سے کہا۔ اس نے یقیناً یہ سوچا ہوگا کہ ہال کا ماحول ان کی موجودگی میں نارمل نہیں ہو سکتا تھا۔

امامہ نے منیجر کی اس بات پر کچھ حیران ہو کر سالار کو دیکھا' وہ اب فون پر بات ختم کر رہا تھا۔ امامہ نے اس کے اس ہاتھ کو پہلی بار نوٹس کیا جو وہ کندھے کے اوپر سے پیچھے کیے ہوئے تھا۔

"کیا ہوا ہے؟" امامہ نے قدرے سراسیمگی کے عالم میں پوچھا۔

"کچھ نہیں۔" سالار نے اپنا بازو سیدھا کیا۔ امامہ نے اس کی خون آلود انگلیاں دیکھیں۔ اس نے سمجھا کہ شاید اس کا ہاتھ زخمی تھا۔

"اسے کیا ہوا؟" اس نے کچھ حواس باختہ ہو کر پوچھا۔ اس نے جواب دینے کے بجائے ایک قریبی ٹیبل سے نیپکن اٹھا کر اپنا ہاتھ صاف کرتے ہوئے امامہ کو چلنے کا اشارہ کیا۔ منیجر اور سیکیورٹی کے چند لوگوں کے ساتھ چلتے ہوئے وہ منیجر کے کمرے میں آگئے۔ وہ پولیس کو کال کر چکا تھا اور اب وہ پولیس کے آنے تک انہیں وہاں روکنا چاہتا تھا لیکن سالار زخمی تھا اور اسے فرسٹ ایڈ دینا ضروری تھی۔

منیجر کے کمرے میں پہنچ کر ہی امامہ نے پہلی بار سالار کی خون آلود پشت دیکھی اور وہ دھک سے رہ گئی تھی۔ ایک قریبی کلینک سے پہنچنے والی ایمبولینس کے آنے تک انہوں نے اس کی شرٹ اتار کر اس کا خون روکنے کی کوشش کی مگر زخم گہرا تھا اور ٹانکوں کے بغیر ٹھیک ہونا مشکل تھا۔

وہ اس قدر شاکڈ تھی کہ وہ ریسٹورنٹ کے عملے کے افراد کی فرسٹ ایڈ اور سالار کو گم صم دیکھتی رہی۔ وہ کیا کچھ کر سکتی تھی یا اسے کیا کرنا چاہیے تھا' اسے سمجھ میں ہی نہیں آرہا تھا۔

اگلے پانچ سات منٹ میں پولیس' ایمبولینس اور سکندر آگے پیچھے ہی پہنچے تھے۔ سکندر کے آتے ہی سالار نے امامہ کو گھر کے بجائے فوری طور پر کہیں اور بھیجنے کے لیے کہا۔ سکندر خود سالار کو ہاسپٹل لے کر جا رہے تھے۔ چاہنے کے باوجود وہ سالار سے یہ نہیں کہہ سکی کہ وہ اس کے ساتھ جانا چاہتی ہے۔

سکندر نے اسے فوری طور پر اپنے بڑے بھائی شاہنواز کے گھر ڈرائیور اور پولیس کی سیکیورٹی میں بھجوایا تھا۔ شاہنواز کی فیملی گھر پر نہیں تھی۔ عجلت میں انہوں نے نوکروں کو امامہ کا خیال رکھنے کی تاکید کی اور سکندر کی طرف چلے گئے۔

وہ بت کی طرح آکر گیسٹ روم میں بیٹھ گئی۔ اسے سب کچھ ایک بھیانک خواب کی طرح محسوس ہو رہا تھا۔ سالار کو کسی نے چاقو سے زخمی کیا تھا' یہ اس نے سن لیا تھا مگر یہ اس کے باپ نے کیا تھا یا بھائیوں میں سے کسی نے ... یہ وہ نہیں جان سکی تھی۔ ریسٹورنٹ کی سیکیورٹی نے ہاشم' وسیم اور عظیم کو پولیس کے آنے تک ایک کمرے میں بند کر دیا تھا اور اس کے بعد اب آگے کیا ہونے والا تھا' اسے سوچتے ہوئے بھی اسے اپنا وجود مفلوج ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔

اسے ابھی آئے ہوئے پانچ منٹ ہی ہوئے تھے کہ سالار کی کال آئی۔

"تم پہنچ گئی ہو؟" اس نے امامہ کی آواز سنتے ہی کہا۔

"ہاں... تم کہاں ہو؟"

"ابھی کلینک پر ہوں۔" سالار نے اسے کہا۔

"اور ابو...؟"

"پاپا ساتھ ہیں میرے۔" سالار نے اس کے لفظوں پر غور نہیں کیا تھا۔

"میں اپنے ابو کا پوچھ رہی ہوں؟" امامہ نے بے ساختہ کہا۔ وہ چند لمحے کچھ بول نہیں سکا۔

اسے نا چاہتے ہوئے بھی اس وقت امامہ کی ہاشم کے بارے میں تشویش بری لگی۔

"وہ تینوں پولیس کسٹڈی میں ہیں۔۔۔ یہاں سے فارغ ہو کر اب ہم وہیں جائیں گے۔" امامہ کا دل ڈوبا۔ باپ اور بھائیوں کے حوالات میں ہونے کے تصور نے چند لمحوں کے لیے اسے سالار کے زخمی ہونے کے بارے میں بالکل لاپروا کر دیا۔

"سالار! پلیز انہیں معاف کر دو اور ریلیز کروا دو۔"

سکندر اس وقت اس کے پاس تھے۔ وہ امامہ سے کچھ کہہ نہیں سکا لیکن وہ خفا ہوا تھا۔ وہ اس سے زیادہ اپنی فیملی کے لیے پریشان تھی۔ وہ زخمی تھا لیکن اس نے یہ تک پوچھنے کی زحمت نہیں کی کہ وہ اب کیسا ہے اور اس کی بینڈیج ہو گئی یا زخم گہرا تو نہیں تھا؟

"میں تم سے بعد میں بات کروں گا۔" اس نے کچھ کہنے کے بجائے فون بند کر دیا تھا۔

کلینک میں اس کے چیک اپ اور بینڈیج میں ایک گھنٹہ لگ گیا۔ خوش قسمتی سے اس کی ۔۔۔ کسی رگ یا شریان کو نقصان نہیں پہنچا تھا۔

کلینک میں ہی سکندر کی فیملی کے افراد نے پہنچنا شروع کر دیا اور سالار کو سکندر کے اشتعال سے اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ معاملہ بہت سنجیدہ نوعیت اختیار کر گیا تھا۔ وہ خود بے حد ناراض ہونے کے باوجود اس معاملے کو ختم کرنے کا خواہش مند تھا لیکن سکندر نہیں۔

شاہنواز کی بیوی اور دونوں بہوئیں آدھے گھنٹے کے بعد گھر آئی تھیں اور تب تک طیبہ بھی وہاں پہنچ گئی تھی۔ سکندر نے فی الحال اپنے گھر میں نہ رہنا بہتر سمجھا تھا۔

شاہنواز کی بیوی اور بہوؤں نے اگرچہ امامہ سے اس ایشو پر زیادہ بات نہیں کی تھی، لیکن وہ لاؤنج میں طیبہ اور ان لوگوں کی بلند آواز میں ہونے والی باتیں سنتی رہی۔ طیبہ بری طرح برہم تھیں۔ وہ شاہنواز کے گھر آنے کے باوجود امامہ کے پاس نہیں آئیں۔ وہ خود بھی اتنی ہمت نہیں کر سکی کہ باہر نکل کر ان کا سامنا کرتی۔ وہ بے حد غصے میں ہاشم مبین اور اس کے بھائیوں کو برا بھلا کہتی رہیں اور وہ گیسٹ روم میں بیٹھی ہچکیوں سے روتے ہوئے یہ سب کچھ سنتی رہی۔ یہ طیبہ کے کڑوے کسیلے جملے یا خاندان کے سامنے ہونے والی سبکی نہیں تھی، یہ احساس تھا کہ ہاشم اور اس کے بھائی اس وقت حوالات میں بند تھے اور نجانے ان کے ساتھ وہاں کیا سلوک ہو رہا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اس کی فیملی بے حد بارسوخ تھی اور حوالات میں کوئی ان کے ساتھ عام مجرم کی طرح کا رویہ نہیں رکھ سکتا تھا، مگر وہ جانتی تھی اس کی فیملی کا حوالات میں رہنا ہی بے حد بے عزتی کا باعث ہے۔

اس نے دوبار سالار سے رابطہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس نے پہلی بار اس کی کال نہیں لی اور دوسری بار اس کا سیل بند تھا۔ وہ اندازہ لگا سکتی تھی کہ اس نے اسی کی کال سے بچنے کے لیے فون بند کیا ہوگا۔ یہ دوسری بار ہوا تھا کہ اس نے اپنا سیل فون اس کی وجہ سے آف کیا ہوا تھا۔

"کیوں persue (پیروی) نہ کروں اس کیس کو۔۔۔؟ انہیں چھوڑ دوں تاکہ اگلی بار وہ تمہیں شوٹ کر دیں۔" اس نے ہسپتال سے پولیس اسٹیشن جاتے ہوئے گاڑی میں سکندر سے کہا تھا۔ "میں بات بڑھانا نہیں چاہتا۔"

"بات بڑھ چکی ہے اور اس سب کی ابتدا بھی انہوں نے کی ہے۔" سکندر بے حد مشتعل تھے۔

"پاپا! وہ امامہ کی فیملی ہے۔" اس نے بالآخر کہا۔

"نہیں، وہ امامہ کی فیملی تھی، انہیں اگر امامہ کی پروا ہوتی تو وہ اس کے شوہر پر کبھی ہاتھ نہ اٹھاتے اور اگر انہیں امامہ کی پروا نہیں ہے تو امامہ کو بھی ان کی پروا نہیں کرنی چاہیے۔"

انہوں نے بین السطور کیا کہا تھا' سالار کو سمجھنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔
"یہ ایک حد تھی جو میں کبھی نہیں چاہتا تھا کہ وہ پار کریں' لیکن انہوں نے یہ حد پار کرلی ہے۔ میری فیملی میں سے کسی کو تکلیف پہنچے گی تو میں ہاشم فیملی کو کسی سیف ہیون میں نہیں رہنے دوں گا۔
I'll pay them in the same coin .

(میں انہیں ان ہی کی زبان میں جواب دوں گا)
یہ بات تم اپنی بیوی کو بتا بھی دو اور سمجھا بھی دو۔"
"پاپا! پلیز' اس ایشو کو حل ہونا چاہیے۔" سالار نے باپ سے کہا۔
سکندر کا مشتعل رویہ اسے خائف کرنے لگا تھا۔ وہ بے حد متحمل مزاج تھے لیکن اس وقت سالار ان کا ایک نیا روپ دیکھ رہا تھا۔

"یہ خواہش ان کو کرنی چاہیے... صرف تب یہ مسئلہ حل ہوگا۔
How dare he touch my son
(اسے میرے بیٹے کو ہاتھ لگانے کی ہمت بھی کیسے ہوئی) اس کا خیال ہے میں برداشت کروں گا یہ غنڈہ گردی...؟ اب وہ مجھے پولیس اسٹیشن سے نکل کر دکھائے۔"
انہیں ٹھنڈا کرنے کی اس کی ہر کوشش ناکام ہو رہی تھی۔ معاملہ کس حد تک بڑھ جائے گا' اس کا اندازہ سالار کو نہیں تھا۔ اگلے دو گھنٹوں میں جہاں اس کی فیملی پولیس اسٹیشن میں آگئی تھی' وہاں ہاشم مبین کی بھی پوری فیملی وہاں موجود تھی۔
یہ صرف دو بارسوخ فیملیز کا مسئلہ نہیں رہا تھا' یہ کمیونٹیز کا مسئلہ بن گیا تھا۔ اسلام آباد پولیس کے تمام اعلا افسران اس معاملے کو حل کرانے کے لیے وہاں موجود تھے۔ ہاشم مبین کو سب سے بڑی مشکل اس ریسٹورنٹ کی انتظامیہ کی وجہ سے ہو رہی تھی جہاں یہ سب کچھ ہوا تھا۔ یہ سب کہیں اور ہوتا تو وہ بھی جواباً" سالار اور اس کی فیملی کے خلاف دس بارہ ایف آئی آر رجسٹر کروا چکے ہوتے' لیکن ہال میں لگے سیکیورٹی کیمروں کی ریکارڈنگ ہاشم مبین کو ایک لمبے عرصے کے لیے جیل میں رکھنے کے لیے کافی تھی۔
ابتدائی غصے اور اشتعال کے دورے کے بعد بالآخر ہاشم فیملی نے واقعے کی سنگینی کو محسوس کرنا شروع کردیا' مگر مسئلہ یہ ہو رہا تھا کہ سکندر فیملی کسی قسم کی لچک دکھانے پر تیار نہیں تھی۔
فجر تک وہاں بیٹھے رہنے کے بعد بھی مسئلے کا کوئی حل نہیں نکلا اور وہ بالآخر گھر واپس آگئے۔
وہ واپسی پر سارے راستے سکندر کو کیس واپس لینے پر قائل کرنے کی کوشش کرتا رہا' اور اس میں ناکام رہا تھا۔ سکندر اب اس معاملے میں اپنے بھائیوں کو شامل کرنے کے بعد سب کچھ اتنے آرام سے ختم کرنے پر آمادہ نہیں تھے۔
وہ شاہنواز کے گھر آنے سے پہلے اپنے گھر سے' اپنے اور امامہ کے کچھ کپڑے لے آیا تھا۔ شاہنواز کے گھر گیسٹ روم میں داخل ہوتے ہی امامہ نے اس سے پوچھا تھا۔
"ابو اور بھائی ریلیز ہوگئے؟" اس کا دماغ گھوم گیا تھا' تو واحد چیز جس کی اسے پروا تھی وہ صرف اتنی تھی کہ اس کے باپ اور بھائی رہا ہو جائیں۔ اس کا زخم کیسا تھا؟ اس کی طبیعت ٹھیک تھی؟ اسے ان میں سے جیسے کسی بات میں دلچسپی ہی نہیں تھی۔
"نہیں۔ اور ہوں گے بھی نہیں۔" وہ بے حد خفگی سے کہتے ہوئے کپڑے تبدیل کرنے کے لیے واش روم میں

گیا تھا۔ پین کلرز لینے کے باوجود اس وقت تک جاگتے رہنے کی وجہ سے اس کی حالت واقعی خراب تھی اور رہی سہی کسر امامہ کی عدم توجہی نے پوری کردی تھی۔

"وہ پولیس اسٹیشن میں ہیں؟" اس کے واش روم سے نکلتے ہی اس نے سرخ سوجی ہوئی آنکھوں کے ساتھ اس سے پوچھا تھا۔ وہ جواب دیے بغیر بیڈ پر کروٹ کے بل لیٹ گیا۔ اور آنکھیں بند کرلیں۔

وہ اٹھ کر اس کے پاس آکر بیٹھ گئی۔

"کیس واپس لے لو سالار... انہیں معاف کردو۔" اس کے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس نے ملتجیانہ انداز میں اس سے کہا۔ سالار نے آنکھیں کھول دیں۔

"امامہ! میں اس وقت سونا چاہتا ہوں' تم سے بات نہیں کرنا چاہتا۔"

"میرے ابو کی کتنی عزت ہے شہر میں' وہ وہاں کیسے ہوں گے اور کیسے برداشت کررہے ہوں گے یہ سب کچھ ..." وہ رونے لگی تھی۔

"عزت صرف تمہارے ابو کی ہے؟ میری' میرے باپ' میری فیملی کی کوئی عزت نہیں ہے؟"

وہ بے ساختہ کہہ گیا تھا۔ وہ سر جھکائے ہونٹ کاٹتے ہوئے روتی رہی۔

"یہ سب میرا قصور ہے' میری وجہ سے ہوا ہے یہ سب کچھ' مجھے تم سے شادی نہیں کرنی چاہیے تھی۔"

"تمہارے پاس ہر چیز کی وجہ صرف شادی ہے۔ تم مجھ سے شادی کرکے جہنم میں آگئی ہو' شادی نہ ہوئی ہوتی تو جنت میں ہوتیں تم؟ ہے نا۔" وہ بری طرح برہم ہوا تھا۔

"میں تمہیں تو الزام نہیں دے رہی' میں تو..." اس نے خائف ہوتے ہوئے کچھ کہنا چاہا تھا۔

"Show me some loyalty Imama"

(کچھ میرے ساتھ بھی وفاداری کا مظاہرہ کرو)... ویسی وفاداری جیسی تم اپنے باپ اور بھائیوں کے لیے دکھا رہی ہو۔" وہ بول نہیں سکی تھی۔ اس نے جیسے اسے جوتا کھینچ مارا تھا' اس کا چہرہ سرخ ہوگیا تھا۔ اسے اندازہ نہیں تھا وہ اسے کبھی اتنی ہرٹ کرنے والی بات کہہ سکتا تھا لیکن وہ اسے کہہ رہا تھا۔ وہ ایک لفظ کہے بغیر اس کے بستر سے اٹھ گئی۔ سالار نے اس کو روکنے کے بجائے آنکھیں بند کرلی تھیں۔

دوبارہ اس کی آنکھ دوپہر ساڑھے بارہ بجے کندھے میں ہونے والی تکلیف کی وجہ سے کھلی تھی۔ اسے ٹمپریچر بھی ہو رہا تھا۔ کندھے کو حرکت دینا مشکل ہو رہا تھا اور بستر سے اٹھتے ہی اس کی نظر امامہ پر پڑی تھی۔ وہ صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ رکے بغیر اٹھ کر واش روم میں چلا گیا۔

نہا کر تیار ہونے کے بعد وہ باہر نکلا اور امامہ سے کوئی بات کیے بغیر وہ بیڈ روم سے چلا گیا۔ اسے اپنا آپ وہاں اجنبی لگنے لگا تھا۔ وہ واحد شخص تھا جو اس کی سپورٹ تھا اور وہ بھی اس سے برگشتہ ہو رہا تھا۔

"میں کیس واپس لے رہا ہوں۔" لنچ ٹیبل پر بیٹھے اس نے اعلان کرنے والے انداز میں کہا۔ پورے ٹیبل پر ایک لمحے کے لیے خاموشی چھا گئی۔ وہاں سکندر کے ساتھ ساتھ شاہنواز اور ان کی فیملی بھی تھی۔

"میں نے اس پورے معاملے کے بارے میں سوچا ہے اور..."

طیبہ نے بے حد تلخی سے اس کی بات کاٹی تھی۔

"تم سوچنا کب کا چھوڑ چکے ہو' یہ تمہاری بیوی کی پڑھائی ہوئی پٹی ہوگی۔"

"ممی! امامہ کو اس پوری equation میں سے نکال دیں۔"

"اچھا... تو پھر تم اسے طلاق دے دو' یہ سارا معاملہ ہی ختم ہوجائے گا۔"

اں کا چہرہ دیکھتا رہا پھر اس نے ہاتھ میں پکڑا کا نٹا رکھ دیا۔
یہ میں نہیں کر سکتا اور یہ میں کبھی نہیں کروں گا۔"
تو پھر ہم بھی وہ نہیں کریں گے جو تم چاہتے ہو۔ امامہ کا باپ اور بھائی جیل میں ہی رہیں گے۔" طیبہ نے بھی
کے انداز میں کہا۔
تمہیں کچھ اندازہ ہے کہ یہ سارا معاملہ کتنا بڑھ چکا ہے۔ کیس واپس لینے کا مطلب ان کو شہ دینا ہے۔ تم
فیملی کو خطرے میں ڈال رہے ہو۔" شاہنواز نے مداخلت کی۔
رسک تو کیس چلنے کی صورت میں بھی ہو گا' بلکہ زیادہ ہو گا۔ یہ کیس تو مسئلہ حل نہیں کرے گا۔"
وہ جانتا تھا جو کچھ وہ کہہ رہا تھا' اس سے پوری فیملی کی کتنی لعنت ملامت اسے ملنے والی تھی۔ وہ سب کچھ اس
لیے غیر متوقع نہیں تھا۔ وہ امامہ کو خوش کر سکتا تھا یا اپنی فیملی کو اور اپنی فیملی کو ناخوش کرنا اس کے لیے بہتر تھا۔
وہ اندر کمرے میں بیٹھی باہر سے آنے والی آوازیں سن رہی تھی لیکن اب وہ لوگ کیا کہہ رہے تھے' وہ سمجھ
پا رہی تھی۔ ملازم بالآخر اسے کھانے کے لیے پوچھنے آیا اور وہ شدید بھوک کے باوجود نہیں گئی۔ وہ لنچ ٹیبل پر

نے کی اس وقت ہمت ہی نہیں رکھتی تھی' اس سے بھوکا مرنا زیادہ بہتر تھا۔
وہ رات کے نو بجے تک اسی طرح کمرے میں بیٹھی رہی۔ سالار کا کوئی اتا پتا نہیں تھا۔ کوئی کال' کوئی میسج
ں۔ وہ صوفے پر بیٹھی تھکن کے عالم میں کب سو گئی' اسے اندازہ نہیں ہوا۔
رات گئے اس کی آنکھ سالار کے کندھا ہلانے پر کھلی تھی۔ وہ ہڑبڑا گئی تھی۔
"اٹھ جاؤ' ہمیں جانا ہے۔" وہ کمرے سے اپنی چیزیں سمیٹ رہا تھا۔
وہ کچھ دیر بیٹھی اپنی آنکھیں رگڑتی رہی۔
"کیس واپس لے لیا ہے میں نے' تمہاری فیملی ریلیز ہو گئی ہے۔" وہ ٹھٹکی تھی۔
وہ بیگ کی زپ بند کر رہا تھا۔ کسی نے جیسے امامہ کے کندھوں سے منوں بوجھ ہٹایا تھا۔ اس کے چہرے پر آنے
والا اطمینان وہ بھی نوٹس کیے بغیر نہیں رہ سکا۔
اس کے پیچھے باہر لاؤنج میں آتے ہوئے اس نے ماحول میں موجود تناؤ اور کشیدگی محسوس کی تھی۔ شاہنواز اور
سکندر دونوں بے حد سنجیدہ تھے اور طیبہ کے ماتھے پر شکنیں تھیں۔ وہ نروس ہوئی تھی۔ وہاں سے رخصت ہوتے
ہوئے اس نے صرف اپنے لیے نہیں شاہنواز کے رویے میں سالار کے لیے بھی سرد مہری محسوس کی تھی۔
وہ سالار کے ساتھ جس گاڑی میں تھی اسے ڈرائیور چلا رہا تھا۔ سکندر اور طیبہ دوسری گاڑی میں تھے۔ سالار
سارا راستہ کھڑکی سے باہر دیکھتا کسی گہری سوچ میں ڈوبا رہا۔ وہ وقفے وقفے سے اسے دیکھنے کے باوجود اسے مخاطب
کرنے کی ہمت نہیں کر سکی تھی۔
گھر پہنچنے کے بعد بھی سب کی خاموشی اور سرد مہری ویسی ہی تھی۔ سالار' سکندر اور طیبہ کے ساتھ لاؤنج میں
رک گیا اور وہ کمرے میں چلی آئی تھی۔
آدھے گھنٹے کے بعد ملازم اسے کھانے پر بلانے آیا تھا۔
"تم مجھے یہیں پر کھانا دے دو۔" بھوک اس قدر شدید تھی کہ اس بار وہ کھانے سے انکار نہیں کر سکی۔ ملازم کی
واپسی دو منٹ بعد ہی ہو گئی تھی۔
"سالار صاحب کہہ رہے ہیں' آپ باہر سب کے ساتھ آ کر کھانا کھائیں۔"
وہ کچھ دیر بیٹھی رہی' یہ بلاوا کچھ غیر متوقع تھا۔ ٹیبل پر سکندر' طیبہ اور گھر کے دوسرے افراد کے ساتھ بیٹھ کر

کھانا کھانا اس وقت بہت مشکل تھا۔ وہ کھانا اندر لانے کے لیے نہ کہہ چکی ہوتی تو اس وقت بھوک نہ ہونے کا بہانا کر دیتی لیکن اب یہ مشکل تھا۔

ہمت کرتے ہوئے جب وہ بالآخر ڈائننگ روم میں آئی تو سب ٹیبل پر بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ کامران کی بیوی زوبا' طیبہ سے کچھ بات کر رہی تھی' اس کی آمد پر کوئی خاص رد عمل نہیں ہوا۔ صرف سالار اپنی پلیٹ میں کچھ ڈالے بغیر اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اس کے بیٹھنے پر اسی نے اس سے پوچھتے ہوئے چاولوں کی ڈش اس کی طرف بڑھائی تھی اور پھر کھانے کے دوران وہ بغیر پوچھے کچھ نہ کچھ اس کی طرف بڑھاتا گیا۔ وہ ٹیبل پر ہونے والی بات چیت خاموشی سے سنتی رہی اور شکر ادا کرتی رہی کہ وہ اس سے متعلقہ نہیں تھی۔ اسے یہ اندازہ نہیں تھا کہ وہ ایشو اب اس لیے زیر بحث نہیں تھا کیونکہ وہ پہلے ہی اس حوالے سے ان سب کی لعنت و ملامت سمیٹ چکا تھا۔

ماحول آہستہ آہستہ نارمل ہو رہا تھا۔ طوفان گزرنے کے بعد اب اس کے اثرات بھی معدوم ہونے لگے تھے۔

وہ کھانے کے بعد بیڈ روم میں سالار کے ساتھ ہی آئی۔ وہ ایک بار پھر بات چیت کیے بغیر بیڈ پر سونے کے لیے لیٹ گیا۔ وہ اندھیرے میں کچھ دیر بستر پر بیٹھی رہی' پھر اس نے جیسے مصالحت کی پہلی کوشش کی۔

"سالار!" آنکھیں بند کیے اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ اس کا جواب دے یا نہ دے۔

"سالار!"

"بولو۔" بالآخر اس نے کہا۔

"زخم گہرا تو نہیں تھا؟" نرم آواز سے اس نے پوچھا۔

"کون سا والا؟" ٹھنڈے لہجے میں کیا ہوا سوال اسے لاجواب کر گیا تھا۔

"تمہیں درد تو نہیں ہو رہا؟" اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس نے سوال بدلا تھا۔

"اگر ہو بھی تو کیا فرق پڑتا ہے۔ میرا زخم ہے۔ میرا درد ہے۔"

اب جواب نے اسے لاجواب کیا تھا۔

"بخار ہو رہا ہے تمہیں کیا؟" اس کا ہاتھ کندھے سے ہٹ کر پیشانی پر گیا تھا۔ بات بدلنے کے لیے وہ اور کیا کرتی۔ اس کا ہاتھ پیشانی سے ہٹاتے ہوئے سالار نے اسی ہاتھ سے سائیڈ ٹیبل لیمپ آن کیا۔

"امامہ! تم وہ کیوں نہیں پوچھتیں' جو پوچھنا چاہتی ہو۔" اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے اس نے کہا تھا۔ وہ چند لمحے اسے کچھ بے بسی سے دیکھتی رہی' پھر اس نے جیسے ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا۔

"ابو سے کیا بات ہوئی تمہاری؟"

"وہ بتاؤں جو میں نے ان سے کہا یا وہ جو انہوں نے مجھ سے؟" انداز اب بھی تیکھا تھا۔

"انہوں نے کیا کہا تم سے؟" اس نے جواب میں ہاشم مبین کی گالیوں کو بے حد ہلنٹ انداز میں انگلش میں ٹرانسلیٹ کیا تھا۔ امامہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"میں گالیوں کا نہیں پوچھ رہی' انہوں نے ویسے کیا کہا تھا تم سے؟"

اس نے کچھ خفگی اور سرخ چہرے کے ساتھ اس کی بات کاٹ دی تھی۔

"اوہ! سوری' ان کی گفتگو میں ستر فیصد گالیاں تھیں' اگر میں بہت مختصر بھی کروں تو بھی کتنا ایڈٹ کر سکتا ہوں۔ بہر حال باقی باتوں میں انہوں نے مجھے کہا کہ میں سور ہوں' لیکن کتے کی موت مروں گا اور جو کچھ میں نے ان کی بیٹی کے ساتھ کیا ہے' وہ میری بیٹی اور بہن کے ساتھ ہو۔ اس کے لیے وہ خصوصی طور پر دعا یا بددعا فرمائیں گے۔ تمہارے لیے بھی ان کے کچھ پیغام ہیں لیکن وہ اس قابل نہیں ہیں کہ میں تمہیں دوں۔ یہ تھی ان کی گفتگو۔"

وہ نم آنکھوں کے ساتھ گنگ بیٹھی اس کا چہرہ دیکھتی رہی۔
وہ اپ سیٹ تھا اس کا اندازہ لگانا آسان تھا لیکن وہ کتنا ہرٹ ہوا تھا' یہ بتانا مشکل تھا۔
"انہوں نے تم سے ایکسکیوز نہیں کی؟" بھرائی ہوئی آواز میں اس نے پوچھا تھا۔
"کی تھی انہوں نے" نہیں بڑا افسوس تھا کہ ان کے پاس اس وقت کوئی پسٹل کیوں نہیں تھا یا کوئی اچھا والا چاقو' کیونکہ وہ مجھے صحیح سلامت دیکھ کر بے حد ناخوش تھے۔" اس کا لہجہ طنزیہ تھا۔
"پھر تم نے کیس کیوں ختم کیا؟"
"تمہارے لیے کیا۔" اس نے دوٹوک انداز میں کہا۔ وہ سر جھکا کر رونے لگی تھی۔
"میں تم سے اور تمہاری فیملی سے کتنی شرمندہ ہوں' میں نہیں بتا سکتی تمہیں... اس سے تو اچھا تھا کہ وہ مجھے مار دیتے۔"
"میں نے تم سے کوئی شکایت کی ہے؟" وہ سنجیدہ تھا۔
"نہیں' لیکن تم مجھ سے ٹھیک سے بات نہیں کر رہے' کوئی بھی نہیں کر رہا۔"
"میں کل رات سے خوار ہو رہا ہوں' پریشان تھا۔ مجھے تو تم رہنے دو' مجھے تم سے اس حوالے سے کوئی شکایت نہیں ہے' لیکن جہاں تک میری فیملی کا تعلق ہے تو تھوڑا بہت تو ری ایکٹ کریں گے۔
وہ That's but natural... (یہ فطری بات ہے) دو چار ہفتے گزریں گے' سب ٹھیک ہو جائیں گے۔"
اس نے رسانیت سے کہا تھا۔
امامہ نے بھیگی ہوئی آنکھوں کے ساتھ اسے دیکھا' وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔
"میری کوئی عزت نہیں کرتا..."
سالار نے اس کی بات کاٹ دی۔ "یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو؟ کسی نے تم سے کچھ کہا؟ پاپا نے؟ ممی نے یا کسی اور نے؟"
"کسی نے کچھ نہیں کہا لیکن..."
سالار نے پھر اس کی بات کاٹ دی۔ "اور کوئی کچھ کہے گا بھی نہیں تم سے' جس دن کوئی تم سے کچھ کہے' تم تب کہنا کہ تمہاری کوئی عزت نہیں کرتا۔" وہ ضرورت سے زیادہ سنجیدہ تھا۔
"میں تمہیں کبھی اپنے باپ کے گھر میں بھی لے کر نہ آتا اگر مجھے یہ خدشہ ہوتا کہ یہاں تمہیں عزت نہیں ملے گی۔ تم سے شادی جیسے بھی ہوئی ہے تم میری بیوی ہو اور ہمارے سرکل میں کوئی ایسا نہیں ہے جسے یہ پتا نہیں ہے۔ اب یہ رونا دھونا بند کر دو۔"
اس نے قدرے جھڑکنے والے انداز میں اس سے کہا۔
"ساڑھے چھ بجے کی فلائٹ ہے... سو جاؤ اب۔" اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔
وہ اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔ وہ اسے بتا نہیں سکتی تھی کہ اس نے ڈیڑھ دن میں جان لیا تھا کہ وہ دنیا میں کتنی محفوظ اور غیر محفوظ تھی۔ اس کے پاؤں کے نیچے زمین اس کے وجود کی وجہ سے تھی۔ اس کے سر پر سایہ دینے والا آسمان بھی اسی کی وجہ سے تھا۔ اس کا نام اس کے نام سے ہٹ جاتا تو دنیا میں کوئی اور اس کے لیے کھڑا ہونے والا نہیں تھا۔
زندگی میں اس سے کوئی رشتہ نہ ہونے کے باوجود' وہ ہمیشہ اس کی مدد اور سہارے کے لیے محتاج رہی تھی اور اس تعلق کے بعد یہ محتاجی بہت بڑھ گئی تھی۔ کچھ بھی کہے بغیر وہ اس کے سینے پر سر رکھ کر لیٹ گئی تھی یہ پرواہ کیے

بغیر کہ اس کے سر رکھنے سے اس کے کندھے میں تکلیف ہو سکتی ہے۔ وہ جانتی تھی وہ اسے کبھی نہیں ہٹائے گا اور سالار نے اسے نہیں ہٹایا تھا۔ بازو اس کے گرد حمائل کرتے ہوئے اس نے دوسرے ہاتھ سے لائٹ آف کر دی۔

"ممی ٹھیک کہتی ہیں۔" اس کے سینے پر سر رکھے اس نے سالار کو بڑبڑاتے سنا۔

"کیا؟" وہ چونکی تھی۔

"تم نے مجھ پر جادو کیا ہوا ہے۔" وہ ہنس پڑی تھی۔

☼ ☼ ☼
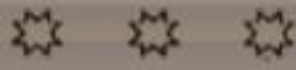
اس واقعے کے بعد اگلے چند ہفتے وہ لاہور میں بھی کچھ محتاط رہے، لیکن آہستہ آہستہ جیسے ہر ڈر، خوف ختم ہونے لگا۔ امامہ کی فیملی کی طرف سے اس بار اس طرح کی دھمکیاں بھی نہیں ملی تھیں، جیسی امامہ کے گھر سے چلے جانے پر سکندر کی فیملی کو ملتی رہی تھیں۔ فوری اشتعال میں آکر ہاشم اور ان کے بیٹے ان پر حملہ کرنے کی غلطی تو کر بیٹھے تھے، لیکن بہت جلد ہی انہیں یہ احساس ہو گیا تھا کہ امامہ کو زبردستی واپس لے جانا اب ان کے مسائل کو بڑھا سکتا تھا، کم نہیں کر سکتا تھا۔ وہ جھوٹ جو امامہ کے حوالے سے انہوں نے اپنے حلقہ احباب میں بول رکھے تھے، ان کے کھل جانے کا مطلب رسوائی اور جگ ہنسائی کے علاوہ کچھ نہ ہوتا۔ ایک پردہ پڑا ہوا تھا، اسے پڑا رہنے دینا زیادہ سمجھ داری تھی۔ ان کا واسطہ سکندر جیسی فیملی سے نہ پڑتا تو وہ اس معاملے پر اپنی انا کو اتنا نیچے نہ لاتے، لیکن یہاں اب مجبوری تھی۔

پولیس اسٹیشن میں تصفیہ کے دوران سکندر نے ہاشم مبین کو صاف صاف بتا دیا تھا کہ سالار اور امامہ کو کسی بھی طرح پہنچنے والے نقصان کی ذمہ داری وہ ہاشم کے خاندان کے علاوہ کسی دوسرے پر نہیں ڈالیں گے۔ عام حالات میں ہاشم اس بات پر مشتعل ہوتے لیکن ایک رات حوالات سے نکلنے کے لیے ہر طرح کے اثر و رسوخ استعمال کر کے ناکام ہونے کے بعد ان کا جوش، ہوش میں تبدیل ہونے لگا تھا۔

جہاں تک سالار اور امامہ کا تعلق تھا، ان کے لیے یہ سب کچھ blessing in disguise تھا۔ (شر میں سے خیر) وہ خدشات جن کا شکار وہ اسلام آباد میں قیام کے دوران ہوتے تھے، وہ آہستہ آہستہ غائب ہونے لگے تھے اور یہ خاص طور پر امامہ کے لیے معجزے سے کم نہیں تھا۔ اس نے تصور بھی نہیں کیا تھا کہ وہ کبھی اتنی آزادی کے ساتھ رہ سکے گی۔

سالار نے ٹھیک کہا تھا۔ چند ہفتوں میں اس کی فیملی کا رویہ پھر پہلے جیسا ہی ہو گیا تھا۔ حتیٰ کہ طیبہ کی تلخی بھی ختم ہو گئی تھی اور اس میں زیادہ ہاتھ امامہ کا ہی تھا۔ وہ فطرتاً "صلح جو اور فرمانبردار تھی، رہی سہی کسر اس کے حالات نے پوری کر دی تھی۔ پیچھے میکہ ہوتا تو شاید کوئی بات بری لگنے پر وہ بھی اسی طرح موڈ آف کرتی جس طرح سکندر کی دوسری بہوئیں کبھی کبھار کرتی تھیں، مگر پیچھے بیگیج کے سوا کچھ نہیں تھا اور احسان مند ہونے کے لیے اتنا بھی بہت تھا کہ وہ اس شخص کی فیملی تھی جو اسے سر پر اٹھائے پھرتا تھا۔

☼ ☼ ☼
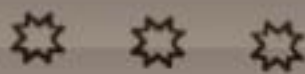
"کوئی وسیم ہاشم صاحب ملنا چاہ رہے ہیں آپ سے؟" اپنے آفس کی کرسی میں جھولتا سالار کچھ دیر کے لیے ساکت ہو گیا تھا۔

"کہاں سے آئے ہیں؟" اس نے ایک لمحہ میں اپنے کانٹیکٹس کی لسٹ کھنگالی تھی اور وہاں صرف ایک وسیم ہاشم تھا۔

"اسلام آباد سے.... کہہ رہے ہیں کہ آپ کے دوست ہیں۔" ریسپشنسٹ نے مزید بتایا۔

"بھیج دو۔" اس نے انٹرکام رکھ دیا اور خود سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ آج کے دن وہ ایسے کسی وزٹ کے لیے تیار نہیں تھا۔ وسیم کے وہاں آنے کا مقصد کیا تھا۔ دونوں خاندانوں کے درمیان ہونے والے جھگڑے کو چند ہفتے گزر چکے تھے۔

وہ چند لمحوں تک کچھ سوچتا رہا پھر اپنی کرسی سے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھا تب ہی وسیم دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تھا۔ ایک لمحے کے لیے دونوں ساکت ہوئے تھے پھر سالار نے ہاتھ بڑھایا۔ وسیم نے بھی ہاتھ بڑھا دیا تھا۔ ایک طویل عرصے کے بعد ان دونوں کے درمیان ہونے والی وہ پہلی ملاقات تھی۔

"کیا لو گے؟ چائے کافی؟" سالار نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"کچھ نہیں.... میں صرف چند منٹ کے لیے آیا ہوں۔" وسیم نے جواباً" کہا۔ وہ دونوں کسی زمانے میں بہت گہرے دوست تھے، لیکن اس وقت ان کو اپنے درمیان موجود تکلف کی دیوار کو ختم کرنا بہت مشکل لگ رہا تھا۔

سالار نے دوبارہ کچھ پوچھنے کے بجائے انٹرکام اٹھا کر چائے کا آرڈر دے دیا۔

"امامہ کیسی ہے؟" اس کے ریسیور رکھتے ہی وسیم نے پوچھا۔

"شی از فائن۔" سالار نے نارمل انداز میں جواب دیا۔

"میں اس سے ملنا چاہتا تھا، ایڈریس تھا میرے پاس تمہارے گھر کا لیکن میں نے سوچا، پہلے تم سے پوچھ لوں۔" وسیم نے بے حد جتانے والے انداز میں کہا۔

"ظاہر ہے، تمہیں یہ پتا چل سکتا ہے کہ میں کہاں کام کر رہا ہوں تو ہوم ایڈریس جاننا زیادہ مشکل تو نہیں ہے۔" سالار نے بے حد معمول کے لہجے میں اس سے کہا۔

"میں ملنا چاہتا ہوں اس سے۔" وسیم نے کہا۔

"مناسب تو شاید نہ لگے، لیکن پھر بھی پوچھوں گا تم سے.... کس لیے۔" سالار نے جواباً" بڑے فرینک انداز میں کہا۔

"کوئی وجہ نہیں ہے میرے پاس۔" وسیم نے جواباً" کہا۔ "اس دن ریسٹورنٹ میں، جو چٹ...."

"وہ تم نے بھیجی تھی، میں جانتا ہوں۔" سالار نے اس کی بات کاٹی تھی، وسیم ایک لمحہ کے لیے بول نہیں سکا پھر اس نے کہا۔

"تم نے اور امامہ نے جو کچھ کیا، وہ بہت غلط کیا۔" وسیم چند لمحوں کی خاموشی کے بعد بولنے لگا تھا۔ سالار نے اس کی گفتگو میں مداخلت نہیں کی تھی۔

"لیکن اب جو بھی ہوا، وہ ہو چکا۔ میں امامہ سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"تمہاری فیملی کو پتا ہے؟" سالار نے پوچھا۔

"نہیں! نہیں پتا چلے گا تو وہ مجھے بھی گھر سے نکال دیں گے۔" سالار اس کا چہرہ دیکھتا رہا۔ وہ اس کا سچ اور جھوٹ نہیں جانچ سکتا تھا۔ اس کی نیت کیا تھی۔ وہ یہ اندازہ نہیں کر سکتا تھا لیکن وہ اور امامہ ایک دوسرے کے بہت قریب تھے۔ وہ یہ ضرور جانتا تھا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ اس رات وسیم نے اسے امامہ کے ساتھ دیکھ کر اسے باپ

بھائی کے دیکھے جانے سے پہلے متنبہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن سالار کے لیے پھر بھی یہ مشکل تھا کہ وہ اسے امامہ سے ملنے کی اجازت دے دیتا۔ اس میل جول کا پتا چلنے پر امامہ کی فیملی کے لیے اسے نقصان پہنچانا بہت آسان ہو جاتا۔ وہ اگر اس کے اپارٹمنٹ تک پہنچ سکتے تھے تو وہاں سے امامہ کو کہیں اور لے جانا بھی مشکل نہیں تھا۔ وہ یقین کرنا چاہتا تھا کہ وسیم کسی غلط ارادے سے اس کے پاس نہیں آیا تھا لیکن وہ پھر بھی رسک نہیں لے سکتا تھا۔

"وسیم! میں نہیں سمجھتا کہ اب اس کا کوئی فائدہ ہے۔" اس نے بالآخر بہت صاف الفاظ میں اس سے کہا۔ "امامہ میرے ساتھ خوش ہے۔ اپنی زندگی میں سیٹلڈ ہے۔۔۔ میں نہیں چاہتا 'وہ اپ سیٹ ہو یا اسے کوئی نقصان پہنچے۔"

"میں نہ تو اس کو اپ سیٹ کرنا چاہتا ہوں نہ ہی نقصان پہنچانا چاہتا ہوں۔ میں بس کبھی کبھی اس سے ملنا چاہتا ہوں۔" وسیم نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کچھ بے تابی سے کہا۔

"میں اس پر سوچوں گا وسیم! لیکن یہ بڑا مشکل ہے۔۔۔ میں نہیں چاہتا کہ تمہیں استعمال کر کے کوئی۔۔۔ وسیم نے اس کی بات کاٹ دی۔

"میں بھی نہیں چاہتا کہ اس کو کوئی نقصان پہنچے۔ ایسی کوئی خواہش ہوتی تو اتنے سالوں میں تم سے پہلے رابطہ کرتا۔ میں جانتا تھا 'وہ تم سے شادی کر کے گھر سے گئی ہے۔ تم انوالوڈ تھے پورے معاملے میں 'لیکن میں نے اپنی فیملی کو کبھی یہ نہیں بتایا۔"

سالار ایک لمحے کے لیے ٹھٹکا پھر اس نے کہا۔ "وہ اتنے عرصے سے میرے ساتھ نہیں تھی۔"

"نہیں ہو گی۔۔۔ لیکن وہ تم سے شادی کر کے گئی تھی۔ یہ میں جانتا تھا۔" اس کا لہجہ حتمی تھا۔

سالار اسے دیکھ کر رہ گیا۔ ان کے دوستوں کا سرکل تقریباً "ایک ہی تھا اور اس میں اگر کسی نے امامہ اور اس کی شادی کے حوالے سے کچھ حقیقی اطلاعات وسیم کو دے دی تھیں تو یہ کوئی اتنی حیرت انگیز بات نہیں تھی۔

"میں سوچوں گا وسیم!" سالار نے بحث کرنے کے بجائے پھر وہی جملہ دہرایا 'وسیم مایوس ہوا تھا۔

"میں دو دن کے لیے ہوں لاہور میں۔۔۔! اور یہ میرا کارڈ ہے۔۔۔ میں اس سے واقعی ملنا چاہتا ہوں۔" وسیم نے مزید کچھ کہے بغیر جیب سے ایک کارڈ نکال کر ٹیبل پر اس کے سامنے رکھ دیا۔

اس رات وہ خلاف معمول کچھ زیادہ خاموش تھا۔ یہ امامہ نے نوٹس کیا تھا لیکن اسے وجہ سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ اس نے ہمیشہ کی طرح آفس میں کام کے پریشر کو ذمہ دار گردانا تھا۔

وہ کھانے کے بعد کام کرنے کے لیے معمول کے مطابق اسٹڈی میں جانے کے بجائے اس کے پاس لاؤنج کے صوفہ پر آکر بیٹھ گیا تھا۔ وہ ٹی وی دیکھ رہی تھی۔ دونوں کے درمیان مسکراہٹوں کا تبادلہ ہوا پھر وہ بھی ٹی وی دیکھنے لگا۔

پانچ دس منٹ کی خاموشی کے بعد امامہ نے بالآخر ایک گہرا سانس لے کر اسے کہتے سنا۔

"امامہ! اگر تم وعدہ کرو کہ تم خاموشی سے 'تحمل سے میری بات سنو گی۔۔۔ آنسو بہائے بغیر۔۔۔ تو مجھے تم سے کچھ کہنا ہے۔"

وہ چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوئی۔ وہ بے حد سنجیدہ تھا۔

"کیا کہنا ہے؟" وہ کچھ حیران تھی۔

"وسیم تم سے ملنا چاہتا ہے۔" اس نے بلا تمہید کہا۔ وہ ہل نہیں سکی۔

"وسیم۔۔۔ میرا بھائی؟" امامہ نے بالآخر کہا۔ اس کے لہجے میں بے یقینی تھی۔ سالار نے سر ہلایا پھر وہ اسے اپنی اور اس کی آج کی ملاقات کی تفصیلات بتانے لگا تھا۔ اور ان تفصیلات کے دوران "برسات" شروع ہو چکی تھی۔

سالار نے بے حد تحمل کا مظاہرہ کیا۔ تحمل کے علاوہ وہ اور کس چیز کا مظاہرہ کر سکتا تھا۔

"تم نے کیوں اسے یہاں آنے نہیں دیا؟ تم اسے ساتھ لے کر آتے۔" اس نے ہچکیوں اور سسکیوں کے ساتھ روتے ہوئے گفتگو کے درمیان میں ہی اس کی بات کاٹی۔

"مجھے پتا تھا' وسیم مجھے معاف کر دے گا۔ وہ بھی مجھے اتنا ہی مس کرتا ہو گا جتنا میں اسے کرتی ہوں۔ میں تم سے کہتی تھی نا کہ وہ۔۔۔" سالار نے اس کی بات کاٹی۔

"جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ہے امامہ! میں نہیں جانتا' وہ کیوں ملنا چاہتا ہے تم سے۔۔۔ لیکن اس کے تمہارے ساتھ ملنے کے بڑے نقصان دہ نتائج بھی ہو سکتے ہیں۔" سالار اس کے آنسوؤں سے متاثر ہوئے بغیر بولا تھا۔ وہ وسیم کے حوالے سے واقعی کچھ خدشات کا شکار تھا۔

"کچھ نہیں ہو گا۔۔۔ مجھے پتا ہے' کچھ نہیں ہو گا۔ وہ بہت اچھا ہے۔ تم اسے فون کر کے ابھی بلا لو۔"

"میں کل اسے بلواؤں گا لیکن وہ اگر کبھی اکیلے یہاں آنا چاہے یا تمہیں کہیں بلائے تو تم نہیں جاؤ گی۔" سالار نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"اور میں ایک بار پھر دہرا رہا ہوں۔۔۔ نہ وہ یہاں اکیلا آئے گا نہ تم اس کے فون کرنے پر کہیں جاؤ گی۔" سالار نے بڑی سختی سے اسے تاکید کی تھی۔

"میں اس کے بلانے پر کہیں نہیں جاؤں گی لیکن اس کے یہاں آنے پر کیوں اعتراض ہے تمہیں؟" اس نے احتجاج کیا۔

"وہ میرے گھر پر ہوتے ہوئے آئے' مجھے کوئی اعتراض نہیں' لیکن وہ اکیلا یہاں نہ آئے۔ وہ تو خیر میں نیچے سیکیورٹی والوں کو بھی بتا دوں گا۔"

"وہ میرا بھائی ہے سالار!" امامہ کو بے عزتی محسوس ہوئی۔

"جانتا ہوں' اسی لیے تم سے یہ سب کچھ کہہ رہا ہوں۔ میں تمہارے حوالے سے اس پر یا کسی پر بھی اعتبار نہیں کر سکتا۔"

"لیکن۔۔۔"

"تم مجھے صرف یہ بتاؤ تمہیں اس سے ملنا ہے یا نہیں۔۔۔ اگر تمہیں بحث کرنی ہے اس ایشو پر۔۔۔ تو بہتر ہے وسیم آئے ہی نہ۔" سالار نے اسے جملہ مکمل نہیں کرنے دیا۔

"ٹھیک ہے۔ میں اسے اکیلے نہیں بلاؤں گی یہاں۔" اس نے آنکھیں رگڑتے ہوئے "فوراً" سے پیشتر گھٹنے ٹیکے تھے۔

"مجھے اس سے فون پر بات کرنی ہے۔" سالار نے کچھ کہنے کے بجائے وسیم کا وزیٹنگ کارڈ لا کر اسے دے دیا۔ وہ خود اسٹڈی میں چلا گیا تھا۔

چند بار بیل ہونے پر وسیم نے فون اٹھایا تھا اور اس کی آواز سننے پر امامہ کے حلق میں آنسوؤں کا پھندا لگا تھا۔

"ہیلو۔ میں امامہ ہوں۔"

وسیم دوسری طرف کچھ دیر بول نہیں سکا تھا اور پھر جب بولنے کے قابل ہوا' تب تک اس کی آواز بھی بھرانے لگی تھی۔ وہ دو گھنٹے ایک دوسرے کے ساتھ بات کرتے رہے تھے۔ بے ہنگم' بے ربط۔۔۔ بے مقصد۔ خاموشی کے لمبے وقفوں والی گفتگو۔۔۔ لیکن اس گفتگو میں کوئی گلے شکوے نہیں ہوئے تھے۔ کوئی ملامت' مذمت نہیں ہوئی تھی۔ وقت اب اتنا آگے آ گیا تھا کہ یہ سب کہنا بے کار تھا۔۔۔ وسیم شادی کر چکا تھا اور اس کے تین بچے تھے۔ فیملی میں اور بھی بہت سے افراد کا اضافہ ہو چکا تھا۔ وہ بہتے آنسوؤں کے ساتھ اضافے کی تفصیلات سنتی رہی۔

سالار دو گھنٹے کے بعد اسٹڈی سے نکلا تھا اور وہ اس وقت بھی لاؤنج میں فون کان سے لگائے سرخ آنکھوں اور ناک کے ساتھ فون پر وسیم سے گفتگو میں مصروف تھی۔ وہ اس کے پاس سے گزر کر بیڈ روم میں گیا تھا اور اسے یقین تھا امامہ نے اسے ایک بار بھی سر اٹھا کر نہیں دیکھا تھا۔

وہ سونے کے لیے بیڈ پر لیٹنے کے بعد بھی بہت دیر تک اس نئی ڈیولپمنٹ (development) کے بارے میں سوچتا رہا تھا۔ پتا نہیں یہ ٹھیک ہو رہا تھا یا غلط۔ وہ امامہ کا کوئی دوسرا بھائی ہوتا تو وہ کبھی امامہ سے اس کا رابطہ نہ کرواتا لیکن وسیم کے حوالے سے وہ تحفظات رکھنے کے باوجود کسی حد تک کچھ نرم گوشہ رکھنے پر مجبور تھا۔ اگر اس کی فیملی کا ایک فرد بھی اس کے ساتھ کچھ رابطہ رکھتا تو وہ جانتا تھا کہ امامہ ذہنی طور پر بہت بہتر محسوس کرے گی۔ اپنے پیچھے اپنی فیملی کی عدم موجودگی کا جو احساس کمتری وہ لیے ہوئے تھی وہ اتنے مہینوں کے بعد کم از کم سالار سے ڈھکا چھپا نہیں تھا۔

وہ اس کا انتظار کرتے کرتے سو گیا تھا۔ فجر کی نماز کے لیے جب وہ مسجد جانے کے لیے اٹھا تو وہ اس وقت بھی بستر میں نہیں تھی۔ لاؤنج میں آتے ہی وہ کچھ دیر کے لیے ہل نہیں سکا تھا۔ وہاں کا انٹیریر راتوں رات بدل گیا تھا۔ فرنیچر کے بہت سے چھوٹے موٹے آئٹمز کی سیٹنگ تبدیل ہونے کے ساتھ ساتھ دیواروں پر کچھ نئی آرائشی اشیا بھی آ گئی تھیں۔ صوفہ اور فلور کشنز کے کور بدلے جا چکے تھے اور کارپٹ پر چند نئے رگز (Rugs) بھی نظر آ رہے تھے اور وہ اس وقت کچن ایریا کے کاؤنٹر کے پار ایک اسٹول پر چڑھی کچن کیبنٹ کو اسفنج کے ساتھ رگڑنے میں مصروف تھی۔

"تم ساری رات یہ کرتی رہی ہو؟" سالار پانی پینے کے لیے کچن میں گیا تھا تو اس نے کچن کے فرش کو کیبنٹ سے نکالی گئی چیزوں سے بھرا ہوا دیکھا۔ اس کا دماغ گھوم کر رہ گیا تھا۔

"کیا؟" وہ اسی اطمینان سے کام میں مصروف بولی تھی۔

"تمہیں پتا ہے کیا کرتی رہی ہو تم!" سالار نے پانی کا گلاس خالی کرتے ہوئے کاؤنٹر پر رکھا اور باہر نکل گیا۔ بیرونی دروازے تک پہنچ کر وہ کسی خیال کے تحت واپس آیا تھا۔

"امامہ! آج سنڈے ہے اور میں ابھی مسجد سے آ کر سوؤں گا... خبردار تم نے بیڈ روم کی صفائی اس وقت شروع کی۔"

"پھر میں کس وقت صفائی کروں گی۔ بیڈ روم کی... میں نے وسیم کو لنچ پر بلوایا ہے۔" امامہ نے پلٹ کر کہا۔ سالار کی چھٹی حس نے بروقت کام کیا تھا۔

"بیڈ روم کی صفائی کا وسیم کے لنچ سے کیا تعلق ہے؟" وہ حیران ہوا تھا۔ "تم نے اسے بیڈ روم میں بٹھانا ہے؟"

"نہیں، لیکن..." وہ اٹکی تھی۔

"امامہ! بیڈ روم میں کچھ نہیں ہو گا۔ مجھے سونا ہے آ کر ابھی۔" اس نے امامہ کو ایک بار پھر یاد دہانی کرائی تھی۔

"یہ سامان لا دینا مجھے سونے سے پہلے کھانے کی تیاری کرنی ہے مجھے۔" امامہ نے کاؤنٹر پر پڑی ایک لسٹ کی طرف اشارہ کیا۔

"میں فجر کی نماز پڑھنے جا رہا ہوں اور یہ سامان تمہیں سو کر اٹھنے کے بعد لا کر دوں گا۔" وہ لسٹ کو ہاتھ لگائے بغیر چلا گیا تھا۔

تمام خدشات کے باوجود واپسی پر اس نے اپنے بیڈ روم کو اسی حالت میں دیکھ کر اللہ کا شکر ادا کیا تھا۔

اس نے دس بجے اس کی مطلوبہ اشیا لا کر دی تھیں۔ کچن تب تک کسی ہوٹل کے کچن کی شکل اختیار کر چکا تھا۔ وہ پتا نہیں کون کون سی ڈشز بنانے میں مصروف تھی۔ وہ کم از کم 25 افراد کا کھانا تھا جو وہ اپنے بھائی کے لیے

تیار کر رہی تھی۔ اور سالار کو یقین تھا کہ آدھے سے زیادہ کھانا انہیں بلڈنگ کے مختلف اپارٹمنٹس میں بھیجنا پڑے گا۔ لیکن امامہ اتنے جوش اور لگن سے ملازمہ کے ساتھ کچن میں مصروف تھی کہ سالار نے اسے کوئی نصیحت کرنے کی کوشش نہیں کی۔۔۔ وہ لاؤنج میں بیٹھا انگلش لیگ کا کوئی میچ دیکھتا رہا۔

وسیم دو بجے آیا تھا اور دو بجے تک امامہ کو گھر میں کسی "مرد" کی موجودگی کا احساس تک نہیں تھا۔ وہ ملازمہ کے ساتھ کھانا تیار کرتے ہوئے اس سے اپنی فیملی کی باتوں میں مصروف تھی جس تازہ ترین اپ ڈیٹ کے ساتھ جو اسے رات کو وسیم سے ملی تھی۔ اس نے پہلی بار اسے ملازمہ کے ساتھ اتنے جوش و جذبہ سے بات کرتے ہوئے سنا تھا اور وہ حیران تھا۔ حیرانگی اس کیفیت کو اتنے موثر طریقے سے بیان نہیں کر پائی۔

وسیم کا استقبال اس نے سالار سے بھی پہلے دروازے پر کیا تھا۔ بہن اور بھائی کے درمیان ایک جذباتی سین ہوا تھا۔ جس میں سالار نے دونوں سے تسلی کے چند الفاظ کہہ کر کچھ کردار ادا کیا تھا۔

اس کے بعد ساڑھے چھ بجے وسیم کی موجودگی تک وہ ایک خاموش تماشائی کا رول ادا کرتا رہا تھا۔۔۔ وہ کھانے کی ٹیبل پر موجود ضرور تھا مگر اسے محسوس ہو رہا تھا کہ اس کا وہاں ہونا یا نہ ہونا برابر تھا۔ امامہ کو بھائی کے علاوہ کوئی اور نظر آ رہا تھا نہ کسی اور کا ہوش تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ ٹیبل پر موجود ہر ڈش اپنے ہاتھوں سے وسیم کو کھلائے۔ اتنے مہینوں میں یہ پہلا موقع تھا کہ امامہ نے کھانے کی ٹیبل پر اسے کچھ سرو نہیں کیا تھا۔ وہ اس کا بچپن کا دوست تھا لیکن یہ بھی پہلا موقع تھا کہ وہاں اس کے ہوتے ہوئے بھی وسیم اور اس کے درمیان صرف چند رسمی سے جملوں کا تبادلہ ہوا تھا پھر وہ امامہ آپس میں گفتگو کرتے رہے تھے۔

سالار نے اس دوپہر ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھے زندگی میں پہلی بار کسی مہمان کی موجودگی میں ٹی وی پر کھانا کھاتے ہوئے انگلش لیگ دیکھی۔۔۔ اور ٹیبل پر موجود دوسرے دونوں افراد اپنی باتوں میں مصروف رہے۔

ساڑھے چھ بجے اس کے جانے کے بعد سالار کی توقع کے مطابق بچا ہوا تقریباً "سارا کھانا ملازمہ، فرقان اور چند دوسرے گھروں میں بھیجا گیا۔

وہ عشا کی نماز پڑھ کر آیا تو وہ اس کے لیے ڈائننگ ٹیبل پر کھانا لگا کر خود بیڈ روم میں سو رہی تھی۔ وہ ویک اینڈ پر رات کا کھانا ہمیشہ باہر کھاتے تھے اور نہ بھی کھاتے تب بھی باہر ضرور جاتے تھے۔

اس نے پہلی بار امامہ کی گھر پر موجودگی کے باوجود اکیلے ڈنر کیا اور وہ بری طرح پچھتایا تھا وسیم کو امامہ سے ملنے کی اجازت دے کر۔

✡ ✡ ✡
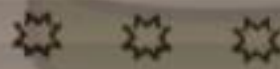
"امامہ! یہ وسیم نامہ بند ہو سکتا ہے اب۔" وہ تیسرا دن تھا جب ڈنر پر بالآخر سالار کی قوت برداشت جواب دے گئی تھی۔ وہ تین دنوں سے مسلسل ناشتے، ڈنر اور رات سونے سے پہلے صرف وسیم کی باتیں، بار بار سن رہا تھا۔ امامہ بری طرح وسیم پر فدا تھی، یہ سالار کو اندازہ تھا کہ وہ وسیم سے ملنے کے بعد خوش ہو گی لیکن اسے یہ اندازہ نہیں تھا کہ اس کی خوشی اس انتہا کو پہنچے گی کہ خود اسے مسئلہ ہونا شروع ہو جائے گا۔

"کیا مطلب؟" وہ حیران ہوئی تھی۔

"مطلب یہ کہ دنیا میں وسیم کے علاوہ بھی بہت سے لوگ ہیں جن کی تمہیں پرواہ کرنی چاہیے۔" سالار نے اسے ان ڈائریکٹ انداز میں کہا۔

"مثلاً" "کون؟" اس نے جواباً" اتنی سنجیدگی سے پوچھا تھا کہ وہ کچھ بول نہیں سکا۔

"اور کون ہے۔ جس کی مجھے پروا کرنی چاہیے؟" وہ اب بڑبڑاتے ہوئے سوچ رہی تھی۔

"میرے کہنے کا مطلب تھا کہ تم گھر پر توجہ دو اب!"

وہ اب اس کے علاوہ اور کیا کہتا۔ یہ تو نہیں کہہ سکتا تھا کہ "مجھ" پر توجہ دو۔

"گھر کو کیا ہوا؟" وہ مزید حیران ہوئی۔ وہ اس بار مزید کوئی تاویل نہیں دے سکا تھا۔ گھر کو واقعی کچھ نہیں ہوا تھا۔

"تمہیں میرا وسیم کے بارے میں باتیں کرنا اچھا نہیں لگتا؟" اس نے یک دم جیسے کوئی اندازہ لگایا اور اس کے لہجے میں ایسی بے یقینی تھی کہ وہ "ہاں" نہیں کہہ سکا۔

"میں نے کب کہا کہ مجھے برا لگتا ہے۔ ویسے ہی کہہ رہا ہوں تمہیں۔" وہ بے ساختہ بات بدل گیا۔

"ہاں میں بھی سوچ رہی تھی تم کیسے یہ کہہ سکتے ہو' وہ تمہارا بیسٹ فرینڈ ہے۔" وہ یک دم مطمئن ہوئی۔

سالار اس سے یہ نہیں کہہ سکا کہ وہ اس کا بیسٹ فرینڈ ہے نہیں کبھی تھا۔

"تمہارے بارے میں بہت کچھ بتاتا تھا وہ۔"

سالار کھانا کھاتے کھاتے رکا۔ "میرے بارے میں کیا۔۔۔؟"

"سب کچھ۔" وہ اسی روانی سے بولی۔

سالار کے پیٹ میں گرہیں سی پڑیں "سب کچھ کیا؟"

"مطلب جو بھی تم کرتے تھے۔"

سالار کی بھوک اڑی تھی۔

"مثلاً"۔۔۔؟" وہ پتا نہیں اپنے کن خدشات کو ختم کرنا چاہتا تھا۔ وہ سوچ میں پڑی۔

"جیسے تم جن سے ڈرگز لیتے تھے ان کے بارے میں۔۔۔ اور جب تم لاہور میں اپنے کچھ دوسرے دوستوں کے ساتھ ریڈ لائٹ ایریا گئے تھے تو تب بھی۔"

وہ بات مکمل نہیں کر سکی۔ پانی پیتے ہوئے سالار کو اچھو لگا تھا۔

"وہ تمہیں اس نے یہ بھی بتایا ہے کہ میں۔۔۔" سالار خود بھی اپنا سوال پورا نہیں دہرا سکا۔

"جب بھی جاتے تھے تو بتاتا تھا۔"

سالار کے منہ سے بے اختیار وسیم کے لیے زیرلب گالی نکلی تھی اور امامہ نے اس کے ہونٹوں کی حرکت کو پڑھا تھا۔ وہ بری طرح اپ سیٹ ہوئی۔

"تم نے اسے گالی دی ہے؟" اس نے جیسے شاکڈ ہو کر سالار سے کہا۔

"ہاں وہ سامنے ہوتا تو میں اس کی دو چار ہڈیاں بھی توڑ دیتا۔ وہ اپنی بہن سے یہ باتیں جا کر کرتا تھا۔ اور میری باتیں۔۔۔

I can't imagine (میں تصور بھی نہیں کر سکتا) وہ واقعی بری طرح برہم ہوا تھا۔ "سب کچھ" کی دو جھلکیوں نے اس کے ہاتھوں کے طوطے اڑا دیے تھے۔ امامہ اس کے بارے میں کیا کچھ جانتی تھی اس کا صحیح اندازہ اسے آج ہوا تھا' کیونکہ وسیم اس کے بے حد بے تکلف اور قریبی دوستوں میں سے تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ اپنے دوستوں کے کرتوت اپنی چھوٹی بہن کو جا کر بتا سکتا تھا۔

"تم میرے بھائی کو دوبارہ گالی مت دینا۔"

امامہ کا موڈ بھی آف ہو گیا تھا' وہ کھانے کے برتن سمیٹنے لگی تھی۔ سالار جواباً کچھ کہنے کے بجائے بے حد خفگی سے کھانے کی میز سے اٹھ گیا تھا۔

یہ اس کی زندگی کے کچھ بے حد پریشان کن لمحوں میں سے ایک تھا۔ اسے اب احساس ہو رہا تھا کہ امامہ کو اس کی کسی بات پر یقین کرنا یا اسے اچھا سمجھنا کیوں اتنا مشکل لگتا تھا۔۔۔ وہ اس کی کیس ہسٹری کو اتنا تفصیلی اور اتنا قریب

سے نہ جانتی ہوتی تو اسے اپنی شادی شدہ زندگی میں ان مسائل کا سامنا نہ کرنا پڑ رہا ہوتا جن کا سامنا وہ اب کر رہا تھا۔

وہ تقریباً" دو گھنٹے کے بعد بیڈ روم میں سونے کے لیے آئی تھی۔ وہ اس وقت معمول کے مطابق اپنی ای میلز چیک کرنے میں مصروف تھا۔ وہ خاموشی سے اپنے بیڈ پر آکر کمبل خود پر کھینچتے ہوئے لیٹ گئی تھی۔

سالار نے ای میل چیک کرتے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔ اسے اسی ردعمل کی توقع تھی۔ وہ روز سونے سے پہلے کوئی ناول پڑھتی تھی اور کتاب پڑھنے کے دوران اس سے باتیں بھی کرتی تھی۔ یہ خاموشی اس دن ہوتی تھی جس دن وہ اس سے خفا ہوتی تھی۔ اس نے اپنا بیڈ سائیڈ ٹیبل لیمپ بھی آف کر لیا تھا۔

"میں نے نوسیم کو ایسا کچھ نہیں کہا جس پر تم اس طرح ناراض ہو کر بیٹھو۔"

سالار نے مفاہمت کی کوششوں کا آغاز کیا۔ وہ اسی طرح کروٹ دوسری طرف لیے بے حس و حرکت لیٹی رہی۔

"امامہ! تم سے بات کر رہا ہوں میں۔" سالار نے کمبل کھینچا تھا۔

"تم اپنے چھوٹے بھائی عمار کو وہی گالی دے کر دکھاؤ۔" اس کے تیسری بار کمبل کھینچنے پر وہ بے حد خفگی سے اس کی طرف کروٹ لیتے ہوئے بولی۔

سالار نے بلا توقف وہی گالی عمار کو دی۔ چند لمحوں کے لیے امامہ کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ اسے کیا کہے۔ اگر دنیا میں ڈھٹائی کی کوئی معراج تھی تو وہ وہ تھا۔

"میں بابا کو بتاؤں گی۔" امامہ نے بالآخر سرخ چہرے اور بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"تم نے کہا تھا عمار کو گالی دینے کو۔" وہ ویسے ہی اطمینان سے بولا تھا۔ "ویسے تمہارے بھائی کو اس سے زیادہ خراب گالیاں میں اس کے منہ پر دے چکا ہوں اور اس نے کبھی مائنڈ نہیں کیا اور اگر تم چاہو تو اگلی بار جب وہ یہاں آئے گا تو میں تمہیں دکھا دوں گا۔"

وہ جیسے کرنٹ کھا کر اٹھ کر بیٹھی تھی۔

"تم نوسیم کو یہاں میرے سامنے گالیاں دو گے؟" اسے بے حد رنج ہوا تھا۔

"جو کچھ اس نے کیا ہے، میری جگہ کوئی بھی ہوتا تو اسے گالیاں ہی دیتا اور اس سے زیادہ بری۔" سالار نے لگی لپٹی کے بغیر کہا۔

"لیکن چلو آئی ایم سوری۔" وہ اس بار پھر اس کی شکل دیکھ کر رہ گئی تھی۔

سکندر عثمان ٹھیک کہتے تھے۔ ان کی وہ اولاد سمجھ میں نہ آنے والی چیز تھی۔

"لیکن بابا! وہ میرا بڑا خیال رکھتا ہے..... وہ میری ہر خواہش پوری کرتا ہے..... میری تو کوئی بات نہیں ٹالتا۔"

اس نے ایک بار سکندر کے پوچھنے پر کہ وہ اس کا خیال رکھتا تھا کہ جواب میں سالار کی تعریف کی تھی۔

"امامہ! یہ جو تمہارا شوہر ہے 'یہ دنیا میں اللہ نے صرف ایک پیس پیدا کیا تھا۔ تیس سال میں نے باپ کے طور پر جس طرح اس کے ساتھ گزارے ہیں' وہ میں ہی جانتا ہوں..... اب باقی کی زندگی تمہیں گزارنی ہے اس کے ساتھ' یہ تمہارے سامنے بیٹھ کر تمہاری آنکھوں میں دھول جھونک سکتا ہے' اور تمہیں کبھی پتا نہیں چل سکتا۔ اس نے جو کرنا ہوتا ہے' وہ کرنا ہوتا ہے۔ چاہے ساری دنیا ختم ہو جائے اسے سمجھا سمجھا کر' اور کبھی اس خوش فہمی میں مت رہنا کہ یہ تمہاری بات مان کر اپنی مرضی نہیں کرے گا۔"

سالار سر جھکائے مسکراتا باپ کی باتیں سنتا رہا تھا اور وہ کچھ الجھی نظروں سے باری باری اسے اور سکندر کو دیکھتی رہی تھی۔

"آہستہ آہستہ پتا چل جائے گا تمہیں کہ سالار چیز کیا ہے۔ یہ پانی میں آگ لگانے والی گفتگو کا ماہر ہے۔"

سالار نے کسی ایک بات کے جواب میں بھی کچھ نہیں کہا تھا' سکندر کے پاس سے واپسی کے بعد امامہ نے سالار سے کہا۔

"تمہارا امپریشن بہت خراب ہے پاپا پر..... تمہیں کوئی وضاحت کرنی چاہیے تھی۔"

"کیسی وضاحت؟ وہ بالکل ٹھیک کہہ رہے تھے۔ تمہیں ان کی باتیں غور سے سننا چاہیے تھیں۔"

وہ تب بھی اس کا منہ دیکھ کر رہ گئی تھی۔

اور وہ اب بھی اس کا منہ دیکھ رہی تھی۔

"آئی ایم سوری۔" وہ پھر کہہ رہا تھا۔

"تم شرمندہ تو نہیں ہو۔" اس نے اسے شرمندہ کرنے کی ایک آخری کوشش کی۔

"ہاں وہ تو میں نہیں ہوں۔ لیکن چونکہ تمہیں میرا سوری کہنا اچھا لگتا ہے۔ اس لیے آئی ایم سوری۔"

اس نے تپانے والی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ امامہ نے جواب دینے کے بجائے بیڈ سائیڈ ٹیبل پر پڑا پانی کا پورا گلاس پیا اور دوبارہ کمبل کھینچ کر لیٹ گئی۔

"پانی اور لا دوں؟" وہ اسے چھیڑ رہا تھا۔ امامہ نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔

☼ ☼ ☼
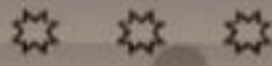
وہ نیند میں سیل فون کی آواز پر ہڑبڑائی تھی۔ وہ سالار کا سیل فون تھا۔

"ہیلو!" سالار نے نیند میں کروٹ لیتے ہوئے سائیڈ ٹیبل سے فون اٹھا کر کال ریسیو کی۔ امامہ نے دوبارہ آنکھیں بند کرلیں۔

"ہاں بات کر رہا ہوں۔" اس نے سالار کو کہتے سنا پھر اسے محسوس ہوا جیسے وہ یک دم بستر سے نکل گیا تھا۔ امامہ نے آنکھیں کھولتے ہوئے نیم تاریکی میں اسے دیکھنے کی کوشش کی' وہ لائٹ آن کیے بغیر اندھیرے میں ہی کمرے سے نکل کر لاؤنج میں چلا گیا تھا۔

وہ کچھ حیران ہوئی تھی۔ وہ کس کا فون ہو سکتا تھا۔ جس کے لیے وہ رات کے اس پہر یوں اٹھ کر کمرے سے گیا تھا۔ آنکھیں بند کیے وہ کچھ دیر اس کی واپسی کا انتظار کرتی رہی' لیکن جب وہ کافی دیر تک نہیں آیا تو وہ کچھ بے چین سی اٹھ کر کمرے سے لاؤنج میں آئی تھی۔ وہ لاؤنج کے صوفہ پر بیٹھا فون پر بات کر رہا تھا۔ اسے دیکھ کر ایک لمحے کے لیے وہ فون پر بات کرتے کرتے رکا۔

"ایک جینز اور شرٹ پیک کر دو میری۔ مجھے اسلام آباد کے لیے نکلنا ہے ابھی۔"

"کیوں؟ خیریت تو ہے؟" وہ پریشان ہوئی تھی۔

"اسکول میں آگ لگ گئی ہے۔"

اس کی نیند پلک جھپکتے میں غائب ہوئی تھی۔

سالار اب دوبارہ فون پر بات کر رہا تھا۔ بے حد تشویش کے عالم میں کمرے میں واپس آکر اس نے اس کا بیگ تیار کیا' وہ تب تک کمرے میں واپس آچکا تھا۔

"آگ کیسے لگی؟"

"یہ تو وہاں جا کر پتا چلے گا۔" وہ بے حد عجلت میں اپنے لیے نکالے ہوئے کپڑے لیتا واش روم میں چلا گیا۔ وہ بیٹھی رہی۔ وہ اس کی پریشانی کا اندازہ کر سکتی تھی۔

شادی کے شروع کے چند مہینے چھوڑ کر اب اوپر نیچے کچھ نہ کچھ ایسا ہو رہا تھا جو انہیں بری طرح تکلیف پہنچا رہا

تھا۔

دس منٹ میں وہ تیار ہو کر نکل گیا، لیکن وہ دوبارہ بستر میں نہیں جاسکی تھی۔ اس نے باقی کی ساری رات اسی پریشانی میں دعائیں کرتے ہوئے کاٹی تھی۔

سالار سے اس کی ایک دو بار چند منٹ کے لیے بات ہوئی، لیکن وہ فون پر مسلسل مصروف تھا امامہ نے اسے ڈسٹرب کرنے سے گریز کیا۔

اس کے گاؤں پہنچنے کے بعد بھی آگ پر قابو نہیں پایا جاسکا تھا۔ وجہ بروقت فائر بریگیڈ کا دستیاب نہ ہونا تھا۔ اور آگ کا اتنے گھنٹوں بعد بھی نہ بجھ پانے کا مطلب کیا تھا وہ امامہ اچھی طرح سے سمجھ سکتی تھی۔

وہ پورا دن جلے پاؤں کی بلی کی طرح گھر میں پھرتی رہی تھی۔ سالار نے بالآخر اسے آگ پر قابو پانے کی اطلاع دے دی تھی۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی کہ وہ اسے رات کو کال کرے گا اور وہ اس رات اسلام آباد ہی میں رہنے والا تھا۔

اس دن وہ سارا دن کچھ کھا نہیں سکی تھی۔ عمارت کو کتنا نقصان پہنچا تھا۔ یہ اسے نہیں پتا تھا لیکن کئی گھنٹے لگی رہنے والی آگ کیا کر سکتی تھی۔ اس کا احساس اسے تھا۔

سالار سے بالآخر آدھی رات کے قریب اس کی بات ہوئی تھی۔ وہ آواز سے اسے اتنا تھکا ہوا لگ رہا تھا کہ امامہ نے اس سے زیادہ دیر بات کرنے کے بجائے سونے کا کہہ کر فون بند کر دیا۔ لیکن وہ خود ساری رات سو نہیں سکی تھی۔ آگ عمارت میں لگائی گئی تھی۔ وہاں پولیس کو ابتدائی طور پر ایسے شواہد ملے تھے اور یہ معمولی سی بات امامہ کی نیند اور حواس کو باطل کرنے کے لیے کافی تھی۔

وہ صرف سالار کا اسکول نہیں تھا۔ وہ پورا پروجیکٹ اب ایک ٹرسٹ کے تحت چل رہا تھا جس کی مین ٹرسٹی سالار کی فیملی تھی۔

اور اس پروجیکٹ کو یک دم اس طرح کا نقصان کون پہنچا سکتا تھا؟

یہی وہ سوال تھا جو اسے ہولا رہا تھا.....

سب کچھ پھر جیسے چند ہفتے پہلے والی اسٹیج پر آگیا تھا۔

وہ اگلے دن، رات کو گھر پہنچا تھا اور اس کے چہرے پر تھکن کے علاوہ دوسرا کوئی تاثر نہیں تھا، وہ اگر کچھ اور دیکھنا چاہتی تھی تو مایوس ہوئی تھی، وہ نارمل تھا اسے جیسے حوصلہ ہوا تھا۔

"بلڈنگ کے اسٹرکچر کو نقصان پہنچا ہے جس کمپنی نے بلڈنگ بنائی ہے۔ وہ کچھ ایگزامن کر رہے ہیں۔ اب دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے۔ شاید بلڈنگ گرا کر دوبارہ بنانی پڑے۔"

کھانے کی ٹیبل پر اس کے پوچھنے پر اس نے امامہ کو بتایا تھا۔

"بہت نقصان ہوا ہو گا؟" یہ احمقانہ سوال تھا، لیکن امامہ حواس باختہ تھی۔

"ہاں!" جواب مختصر تھا۔

"اسکول بند ہو گیا؟" ایک اور احمقانہ سوال۔

"نہیں۔ گاؤں کے چند گھر فوری طور پر خالی کروائے ہیں اور کرائے پر لے کر اسکول کے مختلف بلاکس کو شفٹ کیا ہے وہاں پر..... Luckily ابھی کچھ دنوں میں سمر بریک آجائے گی تو بچوں کا زیادہ نقصان نہیں ہو گا۔" وہ کھانا کھاتے ہوئے بتاتا رہا۔

"اور پولیس نے کیا کہا؟" ادھر ادھر کے سوال کے بعد امامہ نے بالآخر وہ سوال کیا جو اسے پریشان کیے ہوئے تھا۔

"ابھی تو انویسٹی گیشن اسٹارٹ ہوئی ہے۔ دیکھو کیا ہوتا ہے۔"

سالار نے گول مول بات کی تھی۔ اس نے اسے یہ نہیں بتایا تھا کہ دو دن اسلام آباد میں وہ اپنی فیملی کے ہر فرد سے اس کیس کے Suspects (مشتبہ افراد) میں امامہ کی فیملی کو شامل کرنے کے لیے دباؤ کا سامنا کرتا رہا تھا۔۔۔ وہ بہت مشکل صورت حال تھی۔ اس پروجیکٹ کو چلانے میں بہت سے لوگوں کے عطیات استعمال ہو رہے تھے اور اس نقصان کے متاثرین بہت سے تھے۔

کئی سال سے آرام سے چلنے والے اس اسکول کا کوئی دشمن پہلے کبھی پیدا نہیں ہوا تھا۔ اور اب۔۔۔

امامہ سے زیادہ وہ خود یہ دعا کر رہا تھا کہ یہ آگ اتفاقی حادثہ ہو۔۔۔ مگر چند گھنٹوں میں ہی آگ کے اسکیل اور صورت حال سے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ پلان شدہ آتش زدگی تھی اور اگلے چند گھنٹوں میں کچھ اور شواہد بھی مل گئے تھے۔ امامہ سے یہ سب شیئر کرنا حماقت تھی۔ وہ پچھلے تجربے کے بعد اس طرح کی کسی دوسری پریشانی میں کم از کم اسے نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔

"اب کیا ہو گا؟" تیسرا احمقانہ سوال۔

"سب کچھ دوبارہ بنانا پڑے گا اور بس۔" جواب اتنا ہی سادہ تھا۔

"اور فنڈز۔۔۔ وہ کہاں سے آئیں گے؟" یہ پہلا سمجھ دارانہ سوال تھا۔

"endowment fund ہے اسکول کا۔۔۔ اس کو استعمال کریں گے۔ کچھ انویسٹمنٹ کی ہے میں نے، وہاں سے رقم نکلواؤں گا۔ وہ اسلام آباد کا پلاٹ بیچ دوں گا۔۔۔ فوری طور پر تو تھوڑا بہت کر ہی لوں گا۔ اتنا کہ اسکول کی بلڈنگ دوبارہ کھڑی ہو جائے۔"

"پلاٹ کیوں؟" وہ بری طرح حد کی تھی۔ امامہ نے نوٹس نہیں کیا تھا کہ وہ پلاٹس نہیں پلاٹ کہہ رہا تھا۔

"اس سے فوری طور پر رقم مل جائے گی مجھے۔۔۔ بعد میں لے لوں گا، ابھی تو فوری طور پر اس میس سے نکلنا ہے مجھے۔"

"تم وہ حق مہر کی رقم لے لو، آٹھ دس لاکھ کے قریب ویڈنگ پر ملنے والی گفٹ کی رقم بھی ہو گی اور اتنے ہی میرے اکاؤنٹ میں پہلے سے بھی ہوں گے۔۔۔ پچاس ساٹھ لاکھ تو یہ ہو جائے گا اور۔۔۔" سالار نے اس کی بات کاٹ دی تھی۔

"یہ میں کبھی نہیں کروں گا۔"

"قرض لے لو مجھ سے۔۔۔ بعد میں دے دینا۔"

"نو۔" اس کا انداز حتمی تھا۔

"میرے پاس بے کار پڑے ہیں، سالار! تمہارے کام آئیں گے تو۔" اس نے پھر امامہ کی بات کاٹ دی۔

"I said no (میں نے کہا نا، نہیں)" اس نے اس بار کچھ ترشی سے کہا تھا۔

"میرے پیسے اور تمہارے پیسے میں کوئی فرق ہے؟"

"ہاں ہے۔۔۔" اس نے اسی انداز میں کہا تھا۔

"وہ حق مہر اور شادی پر گفٹ میں ملنے والی رقم ہے۔۔۔ میں کیسے لے لوں تم سے۔۔۔؟ میں بے شرم ہو سکتا ہوں... بے غیرت نہیں ہو سکتا۔"

"اب تم خوامخواہ جذباتی ہو رہے ہو اور۔۔۔"

سالار نے اس کی بات کاٹی "کون جذباتی ہو رہا ہے؟ کم از کم میں تو نہیں ہو رہا۔"

وہ اسے دیکھ کر رہ گئی تھی "میں تمہیں قرض دے رہی ہوں سالار۔"

"Thank you very much but I don't need" (بہت شکریہ، مگر مجھے اس کی ضرورت

نہیں ہے) مجھے قرض لینا ہو گا تو بڑے دوست ہیں میرے پاس۔"
"دوستوں سے قرض لو گے بیوی سے نہیں؟"
"نہیں۔"
"میں تمہاری مدد کرنا چاہتی ہوں سالار۔"
"ایموشنلی کرو فنانشلی نہیں۔"
وہ اسے دیکھتی رہ گئی اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ اسے کس طرح قائل کرے۔
"اور اگر میں یہ رقم ڈونیٹ کرنا چاہوں تو۔" اسے بالآخر ایک خیال آیا۔
"ضرور کرو اس ملک میں بہت سی charities (خیراتی ادارے) ہیں۔ تمہارا پیسہ ہے' چاہے آگ لگا دو۔ لیکن میں یا میرا ادارہ نہیں لے گا۔" اس نے صاف لفظوں اور حتمی انداز میں کہا۔
"تم کبھی مجھے کچھ ڈونیٹ کرنے نہیں دو گے؟"
"ضرور کرنا۔۔۔ لیکن فی الحال مجھے ضرورت نہیں ہے۔"
وہ ٹیبل سے اٹھ گیا تھا۔
وہ بے حد اپ سیٹ اسے جاتا دیکھتی رہی تھی۔ اس کے لیے وہ دو پلاٹ اس کے گھر کی پہلی دو اینٹیں تھیں اور وہ پہلی دو اینٹیں اس طرح جانے والی تھیں۔۔۔ یہ چیز اس کے لیے تکلیف دہ تھی۔ تکلیف کا باعث وہ احساس جرم بھی تھا جو وہ اس سارے معاملے میں اپنی فیملی کے انوالو ہونے کی وجہ سے محسوس کر رہی تھی۔ وہ کہیں نہ کہیں اس رقم سے جیسے اس نقصان کی تلافی کرنے کی کوشش کرنا چاہتی تھی جو اس کی فیملی نے کیا تھا۔ اسے یہ اندازہ نہیں تھا کہ سالار نے اس کی اس سوچ کو اس سے پہلے پڑھا تھا۔ وہ جانتا تھا وہ کیا کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔
آنے والے دنوں میں بھی وہ سالار کو وہ رقم لینے پر مجبور کرتی رہی' لیکن وہ ایک بار بھی یہ جرات نہیں کر سکی تھی کہ پولیس کی انویسٹی گیشن کے حوالے سے سالار سے کچھ پوچھتی۔۔۔ وہ دونوں جانتے بوجھتے اس حساس ایشو پر گفتگو سے اجتناب کر رہے تھے اور یہ امامہ کے لیے ایک نعمت متبرقہ سے کم نہیں تھا۔

☼ ☼ ☼
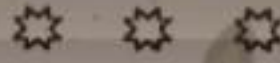
"جو کچھ ہوا اس میں میرا کوئی قصور نہیں نہ ہی کوئی انوالومنٹ ہے؟"
اس کے سامنے بیٹھا وسیم بڑی سنجیدگی سے اسے یقین دلانے کی کوشش کر رہا تھا" اور میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ یہ سب ابو کر سکتے ہیں۔ ہو سکتا ہے۔ انہوں نے بھی ایسا کچھ نہ کیا ہو میں نے گھر میں ایسا کچھ نہیں سنا۔"
وسیم نے ہاشم مبین کا بھی دفاع کرنے کی کوشش کی تھی۔ امامہ قائل نہیں ہوئی۔ وہ سالار کے سامنے اپنی فیملی کا دفاع کرنے کی کوشش کر سکتی تھی۔ وسیم کے سامنے نہیں۔۔۔ اسے یقین تھا' یہ جو بھی کچھ ہوا تھا۔ اس میں اس کے اپنے باپ کا ہی ہاتھ تھا۔
"ابو سے کہنا' یہ سب کرنے سے کچھ نہیں ملے گا۔ سالار کو کیا نقصان ہو گا یا مجھے کیا نقصان ہو گا۔۔۔ ایک اسکول ہی جلا ہے پھر بن جائے گا۔۔۔ ان سے کہنا' وہ کچھ بھی کر لیں ہمیں فرق نہیں پڑتا۔"
وسیم اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے اس کی باتیں سنتا رہا پھر اس نے امامہ سے مدھم آواز میں کہا۔
"میں ابو سے یہ سب نہیں کہہ سکتا۔۔۔ میں بہت بزدل ہوں' تمہاری طرح بہادر نہیں ہوں۔"
چند لمحوں کے لیے وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے' جب سے وہ دوبارہ ملنا شروع ہوئے تھے' آج پہلی بار وہ ڈھکے چھپے لفظوں میں اسے سراہ رہا تھا یا اعتراف کر رہا تھا۔

"تمہارے جانے کے بعد اتنے سالوں میں، بہت دفعہ کمزور پڑا میں، بہت دفعہ شش و پنج کا بھی شکار ہوا اور شک و شبہ کا بھی۔۔۔ بہت دفعہ دل چاہتا تھا۔ زندگی کے اس غبار کو میں بھی ختم کرنے کی کوشش کروں، جس نے میری بینائی دھندلائی ہوئی ہے لیکن میں بہت بزدل ہوں۔ تمہاری طرح سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر نہیں جا سکتا تھا۔"

"اب آجاؤ۔" امامہ کو خود احساس نہیں ہوا اس نے یہ بات اس سے کیوں کہہ دی اور کہنی چاہیے تھی کہ نہیں۔

وسیم نے اس سے نظریں نہیں ملائیں پھر سہلاتے ہوئے کہا۔

"اب اور بھی زیادہ مشکل ہے، جب اکیلا تھا تو اتنا بڑا فیصلہ نہیں کر سکا تھا۔ اب تو بیوی اور بچے ہیں۔"

"ہم تمہاری مدد کر سکتے ہیں۔۔۔ میں اور سالار۔ کچھ بھی نہیں ہو گا تمہیں۔۔۔ تمہاری فیملی کو تم ایک بار کوشش تو کرو۔"

امامہ بھول گئی تھی اس نے وسیم کو کیا ڈسکس کرنے کے لیے بلایا تھا اور وہ کیا ڈسکس کرنے بیٹھ گئی تھی۔

"انسان بہت خود غرض اور بے شرم ہوتا ہے امامہ۔۔۔! یہ جو ضرورت ہوتی ہے یہ صحیح اور غلط کی سب تمیز ختم کر دیتی ہے کاش میں زندگی میں مذہب کو پہلی Priority (ترجیح) بنا سکتا۔۔۔ مگر مذہب پہلی Priority (ترجیح) نہیں ہے میری۔" وسیم نے گہرا سانس لیا تھا جیسے کوئی رنج تھا جس نے بگولہ بن کر اسے اپنی لپیٹ میں لیا تھا۔

"میں تمہاری طرح فیملی نہیں چھوڑ سکتا مذہب کے لیے۔۔۔ تمہاری قربانی بہت بڑی ہے۔"

"تم جانتے بوجھتے جہنم کا انتخاب کر رہے ہو صرف دنیا کے لیے؟ اپنے بیوی بچوں کو بھی اسی راستے پر لے جاؤ گے کیونکہ تم میں صرف جرات نہیں ہے سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ کہہ دینے کی۔"

وہ اب بھائی کو چیلنج کر رہی تھی۔ وہ یک دم اٹھ کر کھڑا ہو گیا یوں جیسے بے قرار تھا۔۔۔

"تم مجھے بہت بڑی آزمائش میں ڈالنا چاہتی ہو؟"

"آزمائش سے بچانا چاہتی ہوں۔۔۔ آزمائش تو وہ ہے جس میں تم نے خود کو ڈال رکھا ہے۔"

اس نے اپنی گاڑی کی چابی اٹھا لی۔۔۔ "میں صرف اسی لیے تم سے ملنا نہیں چاہتا تھا۔"

وہ کہتے ہوئے اس کے روکنے کے باوجود اپارٹمنٹ سے نکل گیا تھا امامہ بے چینی اور بے قراری کے عالم میں اپنے اپارٹمنٹ کی بالکونی میں جا کر کھڑی ہو گئی۔ وسیم کو پارکنگ میں اپنی گاڑی کی طرف جاتے دیکھ کر اسے جیسے پچھتاوا ہو رہا تھا۔ وہ وسیم سے تعلق توڑنا نہیں چاہتی تھی۔ اور وہ اسے اس اندھیرے میں ٹاکم ٹوئیاں مارتے بھی نہیں دیکھ سکتی تھی۔

✲ ✲ ✲
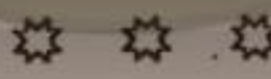
"وسیم میرا فون نہیں اٹھا رہا۔" امامہ نے اس رات کھانے پر سالار سے کہا تھا۔ سالار کو وہ بہت پریشان لگی تھی۔

"ہو سکتا ہے مصروف ہو۔" سالار نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"نہیں، وہ ناراض ہے۔"

اس بار سالار چونکا تھا۔ "ناراض کیوں ہو گا؟"

امامہ نے اسے اپنی اور وسیم کی گفتگو سنا دی۔ سالار گہرا سانس لے کر رہ گیا تھا۔

"تمہیں ضرورت کیا تھی اس سے اس طرح کی گفتگو کرنے کی۔ بالغ آدمی ہے وہ۔۔۔ بزنس کر رہا ہے۔۔۔ بیوی بچوں والا ہے۔۔۔ اسے اچھی طرح پتا ہے اس نے زندگی میں کیا کرنا ہے اور اس کے لیے کیا صحیح ہے۔ تم لوگ

آپس میں ملتے رہنا چاہیے ہو تو ندہب کو ڈسکس کیے بغیر ملو۔" سالار نے اسے بڑی سنجیدگی کے ساتھ سمجھایا۔
"بات اس نے شروع کی تھی وہ نہ کرتا تو میں بھی نہ کرتی۔" امامہ نے جیسے اپنا دفاع کیا۔
"اور خود بات شروع کرنے کے بعد اب وہ تمہاری فون کال نہیں لے رہا تو بہتر ہے' اب تم انتظار کرو سکون سے' جب اس کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے گا تو کرلے گا وہ تمہیں کال۔"
سالار کہہ کر دوبارہ کھانا کھانے لگا۔ امامہ اسی طرح بیٹھی رہی۔
"اب کیا ہوا؟" سالار نے سلاد کا ایک ٹکڑا اٹھاتے ہوئے اس کی خاموشی نوٹس کی۔
"میری خواہش ہے وہ بھی مسلمان ہو جائے' اس گمراہی کی دلدل سے نکل آئے۔"
سالار نے ایک لمحہ رک کر اسے دیکھا پھر بڑی سنجیدگی سے اسے کہا۔
"تمہارے چاہنے سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ یہ اس کی زندگی ہے اس کا فیصلہ ہے۔ تم اپنی خواہش اس پر impose (لاگو) نہیں کر سکتیں۔"
"impose تو کر بھی نہیں رہی میں۔" وہ پلیٹ میں چمچ بے مقصد ہلاتے ہوئے دل گرفتہ ہوئی تھی۔
"کبھی کبھی دل چاہتا ہے انسان کا' وہ چیزوں کو جادو کی طرح ٹھیک کرنے کی کوشش کرے۔" سالار نے اس کی دل گرفتی محسوس کی' پھر جیسے اسے دلاسا دینے کی کوشش کی۔ "زندگی میں جادو نہیں چلتا۔۔۔ عقل چلتی ہے یا قسمت' اس کی عقل کام کرے گی اور قسمت میں لکھا ہو گا تو وہ اپنے لیے کوئی اسٹینڈ لے گا' ورنہ میں یا تم کوئی اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتے۔" وہ اسے نرمی سے سمجھا تا جا رہا تھا۔
"اور تم دوبارہ کبھی اس سے اس مسئلے پر خود بات نہیں کرو گی' نہ ہی اسکول کے حوالے سے کسی گلے شکوے کے لیے اسے بلاؤ گی۔ میں اپنے مسئلوں کو ہینڈل کر سکتا ہوں اور وسیم کچھ نہیں کر سکتا۔"
وہ کہہ کر کھانے کی ٹیبل سے اٹھ گیا۔ امامہ اسی طرح خالی پلیٹ لیے بیٹھی رہی تھی۔ پتا نہیں زندگی میں اچانک اتنی بے سکونی کہاں سے آ گئی تھی۔ وہ fairytale (پریوں کی کہانی) جو چند ماہ پہلے سالار کے ساتھ شروع ہوئی تھی اور جو اس کے پیروں کو زمین پر ٹکنے نہیں دیتی تھی۔ اب وہ پریوں کی کہانی کیوں نہیں رہی تھی۔ اس میں پریشانیوں کا جنگل کیسے اگ آیا تھا' یا شاید یہ اس کے ستارے تھے جو ایک بار پھر گردش میں آئے ہوئے تھے۔

☼ ☼ ☼
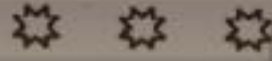
اسکول کی بلڈنگ کے اسٹرکچر کو واقعی نقصان پہنچا تھا' سب کچھ جیسے square one پر آ گیا تھا۔ یہ سالار کے لیے حالیہ زندگی کا پہلا بڑا ذاتی مالیاتی نقصان تھا' چند گھنٹوں میں سب کچھ راکھ ہو جانے کا مطلب اسے زندگی میں پہلی بار سمجھ میں آیا تھا' اور اس پر سب سے بدترین بات یہ تھی کہ اس سارے ایشو میں اس کے سسرال کے ملوث ہونے پر کم از کم اس کی فیملی میں سے کسی کو شبہ نہیں تھا' لیکن اسے ثابت کرنا مشکل نہیں تقریباً ناممکن تھا' گاؤں کا کوئی فرد ملوث ہوتا تو پولیس ابتدائی تفتیش کے بعد کسی نہ کسی کو ضرور پکڑ لیتی مگر اس آتش زدگی میں وہاں کے کسی شخص کی انوالومنٹ ظاہر نہیں ہوئی تھی اور جتنے پروفیشنل طریقے سے ایک ہی وقت میں مختلف کیمیکلز کے استعمال سے عمارت کے مختلف حصوں میں وہ آگ لگائی گئی تھی' وہ کسی عام چور اچکے کا کام نہیں تھا۔ اگر مقصد' اسے نقصان پہنچانا تھا تو اسے بے حد نقصان ہوا تھا اگر مقصد اسے چوٹ پہنچانا تھا تو یہ پیٹ پر ضرب لگانے جیسا تھا۔ وہ دوہرا ہوا تھا منہ کے بل نہیں گرا تھا۔
"اسے چھوڑ دو سالار!" وہ دوسرے ویک اینڈ پر پھر اسلام آباد میں تھا اور طیبہ اس بار جیسے گڑگڑا رہی تھیں۔ وہ اس سب سے اس بار مزید خائف ہو گئی تھیں۔
"تمہیں شادی کا شوق تھا' وہ پورا ہو گیا ہے۔ اب چھوڑ دو اسے۔"

"آپ کو اندازہ ہے کہ آپ مجھے کتنی تکلیف پہنچاتی ہیں جب آپ مجھ سے اس طرح کی بات کرتی ہیں۔"
سالار نے ان کو بات مکمل نہیں کرنے دی تھی۔
"تم نے دیکھا نہیں انہوں نے کیا کیا ہے؟"
"ابھی کچھ ثابت نہیں ہوا۔" اس نے پھر ماں کی بات کاٹی تھی۔
"تم عقل کے اندھے ہو سکتے ہو ہم نہیں۔۔۔ اور کون ہے دشمن تمہارا امامہ کی فیملی کے سوا؟" طیبہ برہم ہو گئی تھیں۔
"اس سب میں امامہ کا کیا قصور ہے؟"
"یہ سب اس کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ تمہاری سمجھ میں کیوں نہیں آتی یہ بات؟"
"نہیں آتی۔۔۔ اور نہیں آئے گی۔ میں نے کل بھی آپ سے کہا تھا' آج بھی کہہ رہا ہوں اور آئندہ بھی یہی کہوں گا۔۔۔ میں امامہ کو ڈی ووَرس" نہیں کروں گا۔ کم از کم اس وجہ سے تو نہیں کہ اس کی فیملی مجھے نقصان پہنچا سکتی ہے۔۔۔ آپ کو کوئی اور بات کرنی ہے تو میں بیٹھتا ہوں۔ اس ایشو پر مجھے نہ آج نہ ہی دوبارہ بات کرنی ہے۔"
طیبہ کچھ بول نہیں سکی تھیں۔ وہ وہی کچھ کہہ رہا تھا جو سکندر کی زبانی وہ پہلے سن چکی تھیں' لیکن انہیں ذرا سی خوش فہمی تھی کہ وہ شاید اس بار کسی نہ کسی طرح اس کو اس بات پر تیار کر سکیں جس کے بارے میں سکندر کو کوئی امید نہیں تھی۔ سکندر اس وقت وہاں نہیں تھے۔ وہ آدھ گھنٹہ وہاں بیٹھنے کے بعد واپس بیڈ روم میں آیا تو امامہ ٹی وی دیکھ رہی تھی۔ وہ اسے گاؤں لے کر نہیں گیا تھا' لیکن اسلام آباد میں ویک اینڈ کے بعد اگلے دو دن ہونے والی کانفرنس کی وجہ سے ساتھ ہی لے آیا تھا۔
وہ اپنا لیپ ٹاپ نکال کر کچھ کام کرنے لگا تھا' جب اسے عجیب سا احساس ہوا تھا۔ وہ جس چینل پر تھی وہاں مسلسل اشتہار چل رہے تھے اور وہ صوفہ پر بیٹھی انہیں بے حد یکسوئی سے دیکھ رہی تھی۔ وہ عام طور پر مسلسل چینل سرفنگ میں مصروف رہتی تھی۔ اشتہارات کو دیکھنا بے حد حیران کن تھا۔ سالار نے وقتاً "فوقتاً" دو تین بار اسے اور ٹی وی کو دیکھا تھا اس نے دس منٹ کے دوران اسے ایک بار بھی چائے کا مگ اٹھاتے نہیں دیکھا تھا جو اس کے سامنے ٹیبل پر پڑا تھا اور جس میں سے اب بھاپ اٹھنا بند ہو گئی تھی۔
اس نے لیپ ٹاپ بند کیا اور بیڈ سے اٹھ کر اس کے پاس صوفہ پر آکر بیٹھ گیا۔ امامہ نے مسکرانے کی کوشش کی۔ سالار نے اس کے ہاتھ سے ریموٹ پکڑ کر ٹی وی آف کر دیا۔
"تم نے میری اور ممی کی باتیں سنی ہیں کیا؟" وہ چند لمحوں کے لیے ساکت ہو گئی تھی۔ وہ جن یا جادوگر نہیں تھا' شیطان تھا اور اگر شیطان نہیں تھا' تو شیطان کا سینئر منسٹر ضرور تھا۔ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے اسے دیکھتے ہوئے جھوٹ بولنا بے کار تھا۔ اس نے گردن سیدھی کر لی۔
"ہاں۔ چائے بنانے گئی تھی میں اور تم دونوں لاؤنج میں بات کر رہے تھے میں نے کچن میں سنا سب کچھ۔"
اس نے سر جھکائے کہا وہ اسے یہ نہیں بتا سکی تھی کہ طیبہ کے مطالبے نے چند لمحوں کے لیے اس کے پاؤں کے نیچے سے زمین کھینچ لی تھی۔ آخری چیز جو وہ تصور کر سکتی تھی' وہ یہی تھی کہ کوئی سالار سے اسے چھوڑنے کے لیے کہہ سکتا تھا۔ اور وہ بھی اتنے صاف الفاظ میں' اتنے ہتک آمیز انداز میں۔
"تم جب یہاں آتے ہو وہ یہ کہتی ہیں تم سے؟"
ایک لمبی خاموشی کے بعد اس نے سالار سے پوچھا جو اسے تسلی دینے کے لیے کچھ الفاظ ڈھونڈ رہا تھا۔
"نہیں۔ ہر بار نہیں کہتیں۔ کبھی کبھی وہ اوور ری ایکٹ کر جاتی ہیں۔" اس نے ہموار لہجے میں کہا۔
"میں اب اسلام آباد کبھی نہیں آؤں گی۔" اس نے یکدم کہا۔

"لیکن میں تو آؤں گا اور میں آؤں گا تو تمہیں بھی آنا پڑے گا۔" الفاظ سیدھے تھے لہجہ نہیں۔ اس نے سالار کا چہرہ پڑھنے کی کوشش کی تھی۔

"تم اپنی ممی کی سائیڈ لے رہے ہو؟"

"ہاں۔ جیسے میں نے ان کے سامنے تمہاری سائیڈ لی۔"

وہ اس کے جواب پر چند لمحوں کے لیے بول نہیں سکی۔ وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔

خاموشی کا ایک اور لمبا وقفہ آیا تھا پھر سالار نے کہا۔

"زندگی میں اگر کبھی میرے اور تمہارے درمیان علیحدگی جیسی کوئی چیز ہوئی تو اس کی وجہ میرے پیرنٹس یا میری فیملی نہیں بنے گی کم از کم یہ ضمانت میں تمہیں دیتا ہوں۔"

وہ پھر بھی خاموش رہی تھی۔

"کچھ بولو۔"

"کیا بولوں؟"

"جب تم خاموش ہوتی ہو تو بہت ڈر لگتا ہے مجھے۔"

امامہ نے حیرانی سے اسے دیکھا تھا۔ وہ بے حد سنجیدہ تھا۔

"مجھے لگتا ہے تم پتا نہیں اس بات کو کیسے استعمال کرو گی میرے خلاف۔۔۔"

"کبھی" اس نے جملہ مکمل کرنے کے بعد کچھ توقف سے ایک آخری لفظ کا اضافہ کیا۔ وہ اسے دیکھتی رہی' لیکن خاموش رہی۔ سالار نے اس کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے لیا۔

"تم میری بیوی ہو امامہ۔۔۔ وہ میری ماں ہیں۔۔۔ میں تمہیں شٹ اپ کہہ سکتا ہوں' انہیں نہیں کہہ سکتا۔ وہ ایک ماں کی طرح سوچ رہی ہیں اور ماں کی طرح ری ایکٹ کر رہی ہیں' جب تم ماں بنو گی تو تم بھی اسی طرح ری ایکٹ کرنے لگو گی۔ انہوں نے تم سے کچھ نہیں کہا' مجھ سے کہا۔ میں نے اگنور کر دیا۔ جس چیز کو میں نے اگنور کر دیا۔ اسے تم سیریسلی لو گی تو یہ حماقت ہو گی۔"

وہ اسے سمجھا رہا تھا۔ وہ سن رہی تھی' جب وہ خاموش ہوا تو اس نے مدھم آواز میں کہا۔

"میرے لیے سب کچھ کبھی ٹھیک نہیں ہو گا۔ جب سے شادی ہوئی ہے۔ یہی سب کچھ ہو رہا ہے۔ تمہارے لیے ایک کے بعد ایک مسئلہ آجاتا ہے۔ مجھ سے شادی اچھی نہیں ثابت ہوئی تمہارے لیے۔ ابھی سے اتنے مسئلے ہو رہے ہیں تو پھر بعد میں پتا نہیں۔۔۔"

سالار نے اس کی بات کاٹ دی۔

"شادی ایک دوسرے کی قسمت سے نہیں کی جاتی۔ ایک دوسرے کے وجود سے کی جاتی ہے' اچھے دنوں کے ساتھ کے لیے لوگ فرینڈشپ کرتے ہیں شادی نہیں۔

ہم دونوں کا Present' Past' Future" (حال' ماضی' مستقبل) جو بھی ہے جیسا بھی ہے ایک ساتھ ہی ہے اب۔۔۔ اگر تم کو یہ لگتا ہے کہ میں یہ expect (توقع) کر رہا تھا کہ تم سے شادی کے بعد پہلے میرا پرائز بانڈ نکلے گا' پھر مجھے کوئی بونس ملے گا' پھر میری پروموشن ہو گی۔ اور پھر میں لوگوں کے درمیان بیٹھ کر بڑی خوشی سے یہ بتاؤں گا کہ میری لائف میرے لیے بڑی لکی ہے۔۔۔ تو سوری مجھے ایسی کوئی expectatians (توقعات) نہیں تھیں جو کچھ ہو رہا ہے وہ untimely (بے وقت) ہو سکتا ہے میرے لیے۔ unexpected (غیر متوقع) نہیں ہے' میں تمہارے لیے کس حد تک جا سکتا ہوں' کتنا سینسیر ہوں۔ وہ وقت بتا سکتا ہے اس لیے تم خاموشی سے وقت کو گزرنے دو۔ یہ چائے تو ٹھنڈی ہو گئی ہے۔ جاؤ دوبارہ چائے بنا لاؤ۔۔۔ پیتے ہیں۔"

وہ اس کا چہرہ دیکھتی رہی۔ کوئی چیز اس کی آنکھوں میں امڈنے لگی تھی۔ اللہ تعالیٰ انسان کو زندگی میں کہاں کہاں سے تحفظ دیتا ہے۔ کہاں کہاں سے دیواریں لاکر کھڑی کردیتا ہے انسان کے گرد۔۔۔ وہ ڈاکٹر سبط علی کے سائے میں رہتی تھی تو اسے یقین تھا اس سے زیادہ عزت' زیادہ تحفظ کوئی اسے دے ہی نہیں سکتا' کم از کم شادی جیسے رشتے سے وہ ذمہ داری کے علاوہ کسی چیز کی توقع نہیں رکھے ہوئے تھی۔ اب اگر وہ اس شخص کے ساتھ وابستہ ہوئی تھی تو وہ تحفظ کے نئے مفہوم سے آگاہ ہو رہی تھی۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے امامہ!" سالار نے اس کے چہرے پر پھسلتے آنسوؤں کو دیکھتے ہوئے اس سے نرمی سے کہا۔ وہ سر ہلاتے اور اپنی ناک رگڑتے ہوئے اٹھ گئی اس کی واقعی ضرورت نہیں تھی۔

☆ ☆ ☆
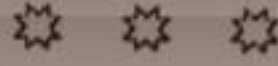
سالار نے اس مسئلے کو کیسے حل کیا تھا۔ یہ امامہ نہیں جانتی تھی۔ اسکول کی تعمیر دوبارہ کیسے شروع ہوئی تھی اسے یہ بھی نہیں پتا تھا' لیکن اسکول دوبارہ بن رہا تھا' سالار پہلے سے زیادہ مصروف تھا اور اس کی زندگی میں آنے والا ایک اور طوفان کسی تباہی کے بغیر گزر گیا تھا۔

☆ ☆ ☆
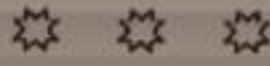
"مجھے ہاتھ دکھانے میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" سالار نے دوٹوک انکار کرتے ہوئے کہا۔

"لیکن مجھے ہے۔" امامہ اصرار کر رہی تھی۔

"یہ سب جھوٹ ہوتا ہے۔" سالار نے اسے بچوں کی طرح بہلایا۔

"کوئی بات نہیں' ایک بار دکھانے سے کیا ہوگا؟" اس کے انداز میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔

"تم کیا جاننا چاہتی ہو اپنے مستقبل کے بارے میں۔۔۔؟ مجھ سے پوچھ لو۔"

سالار اسے اس پامسٹ کے پاس لے جانے کے موڈ میں نہیں تھا جو اس فائیو اسٹار ہوٹل کی لابی میں تھا' جہاں وہ کچھ دیر پہلے کھانا کھانے کے لیے آئے تھے اور کھانے کے بعد امامہ کو پتا نہیں وہ پامسٹ کہاں سے یاد آگیا تھا۔

"ویری فنی" اس نے مذاق اڑایا تھا۔ "اپنے مستقبل کا تو تمہیں پتا نہیں میرے کا کیسے ہوگا؟"

"کیوں تمہارا اور میرا مستقبل ساتھ ساتھ نہیں ہے کیا؟" سالار نے مسکرا کر اسے جتایا تھا۔

"اسی لیے تو کہہ رہی ہوں پامسٹ کے پاس چلتے ہیں' اس سے پوچھتے ہیں۔" امامہ کا اصرار بڑھا تھا۔

"دیکھو ہمارا "آج" ٹھیک ہے' کافی ہے۔۔۔ تمہیں "کل" کا مسئلہ کیوں ہو رہا ہے؟" وہ اب بھی رضامند نہیں ہو رہا تھا۔

"مجھے ہے کل کا مسئلہ۔۔۔" وہ کچھ جھلا کر بولی تھی' اسے شاید یہ توقع نہیں تھی کہ وہ اس کی فرمائش پر اس طرح کے رد عمل کا اظہار کرے گا۔

"کتنے لوگ ہاتھ دکھا کر جاتے ہیں اس پامسٹ کو۔۔۔ تمہیں پتا ہے میری کولیگز کو اس نے ان کے فیوچر کے بارے میں کتنا کچھ ٹھیک بتایا تھا' بھابھی کی بھی کتنی کزنز آئی تھیں اس کے پاس۔۔۔" امامہ اب اسے قائل کرنے کے لیے مثالیں دے رہی تھی۔

"بھابھی آئی تھیں اس کے پاس؟" سالار نے جواباً" پوچھا تھا۔

"نہیں۔" وہ اٹکی۔

"تو؟"

"تو یہ کہ ان کو انٹرسٹ نہیں ہوگا۔ مجھے تو ہے۔۔۔ اور تم نہیں لے کر جاؤ گے تو میں خود چلی جاؤں گی۔" وہ یک

دم سنجیدہ ہو گئی تھی۔

"وہ کس دن؟" سالار نے جیسے ٹالا۔

"دم بھی۔"

وہ بے اختیار ہنسا اور اس نے ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا۔

"پامسٹ کو ہاتھ دکھانا دنیا کی سب سے بڑی حماقت ہے اور میں تم سے ایسی کسی حماقت کی توقع نہیں کرتا تھا' لیکن اب تم ضد کر رہی ہو تو ٹھیک ہے..... تم دکھالو ہاتھ۔"

"تم نہیں دکھاؤ گے؟" اس کے ساتھ لابی کی طرف جاتے ہوئے امامہ نے پوچھا۔

"نہیں۔" سالار نے دوٹوک انداز میں کہا۔

"چلو کوئی بات نہیں۔ خود ہی تو کہہ رہے ہو کہ میرا اور تمہارا مستقبل ایک ہے تو جو کچھ میرے بارے میں بتائے گا وہ پامسٹ..... وہ تمہارے بارے میں بھی تو ہوگا۔" امامہ اب اسے چھیڑ رہی تھی۔

"مثلاً" سالار نے بھنویں اچکاتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"مثلاً" اچھی خوش گوار ازدواجی زندگی..... اگر میری ہوگی تو تمہاری بھی تو ہوگی۔"

"ضروری نہیں ہے۔" وہ اسے تنگ کرنے لگا۔

"ہو سکتا ہے شوہر کے طور پر میری زندگی بڑی بری گزرے' تمہارے ساتھ۔"

"تو مجھے کیا؟ میری تو اچھی گزر رہی ہوگی۔" امامہ نے کندھے اچکا کر بے نیازی دکھائی۔

"تم عورتیں بڑی سیلفش (خود غرض) ہوتی ہو۔" سالار نے ساتھ چلتے ہوئے جیسے اس کے رویے کی مذمت کی۔

"تو نہ کیا کرو پھر ہم سے شادی..... نہ کیا کرو ہم سے محبت..... ہم کون سا مری جا رہی ہوتی ہیں تم مردوں کے لیے؟"

امامہ نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا تھا۔ وہ ہنس پڑا۔ چند لمحوں کے لیے وہ جیسے واقعی لاجواب ہو گیا تھا۔

"ہاں' ہم ہی مرے جا رہے ہوتے ہیں تم عورتوں پر..... عزت کی زندگی راس نہیں آتی شاید اس لیے۔" وہ چند لمحوں بعد بڑبڑایا تھا۔

"تمہارا مطلب ہے ہم شادی سے پہلے عزت کی زندگی گزار رہے تھے؟" امامہ ہمیشہ کی طرح فوراً" برا مان گئی تھی۔

"ہم شاید جنرلائز کر رہے تھے۔" سالار اس کا بدلتا موڈ دیکھ کر گڑبڑایا۔

"نہیں۔ تم صرف اپنی بات کرو۔"

"تم اگر ناراض ہو رہی ہو تو چلو پھر پامسٹ کے پاس نہیں جاتے۔" سالار نے بے حد سہولت سے اسے موضوع سے ہٹایا۔

"نہیں' میں کب ناراض ہوں' ویسے ہی پوچھ رہی تھی۔" امامہ کا موڈ ایک لحمہ میں بدلا تھا۔

"ویسے تم پوچھو گی کیا پامسٹ سے؟" سالار نے بات کو مزید گھمایا۔

"بڑی چیزیں ہیں۔" امامہ نے بے حد سنجیدگی سے جواب دیا۔

وہ کچھ کہنا چاہ رہا تھا' مگر تب تک وہ پامسٹ کے پاس پہنچ چکے تھے۔

کرسی ایک طرف رکھے اس پر بیٹھا وہ بغیر دلچسپی سے اپنی بیوی اور پامسٹ کی ابتدائی گفتگو سنتا رہا' لیکن اسے امامہ کی دلچسپی اور سنجیدگی دیکھ کر حیرت ہوئی تھی۔

پامسٹ اب امامہ کا ہاتھ پکڑے عدسے کی مدد سے اس کی لکیروں کا جائزہ لے رہا تھا۔ پھر اس نے بے حد سنجیدگی سے کہنا شروع کیا۔

"لکیروں کا علم نہ تو حتمی ہوتا ہے نہ ہی الہامی۔۔۔ ہم صرف وہی بتاتے ہیں جو لکیریں بتا رہی ہوتی ہیں' بہر حال مقدر بنانا' سنوارنا اور بگاڑنا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔"

وہ بات کرتے کرتے چند لمحوں کے لیے رکا' پھر اس نے جیسے حیرانی سے اس کے ہاتھ پر کچھ دیکھتے ہوئے بے اختیار اس کا چہرہ دیکھا اور پھر برابر کی کرسی پر بیٹھے اس کے شوہر کو جو اس وقت اپنے بلیک بیری پر کچھ میسجز دیکھنے میں مصروف تھا۔

"بڑی حیرانی کی بات ہے۔" پامسٹ نے دوبارہ ہاتھ دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا؟" امامہ نے کچھ بے تاب ہو کر پامسٹ سے پوچھا۔

"آپ کی یہ پہلی شادی ہے؟" بلیک بیری پر اپنے میسج چیک کرتے کرتے سالار نے نظر اٹھا کر پامسٹ کو دیکھا' اس کا خیال تھا یہ سوال اس کے لیے تھا' لیکن پامسٹ کا مخاطب اس کی بیوی تھی۔

"ہاں!" امامہ نے کچھ حیران ہو کر پہلے پامسٹ کو اور پھر اسے دیکھ کر کہا۔

"اوہ۔۔۔ اچھا۔۔۔" پامسٹ پھر کسی غور و خوض میں مصروف ہو گیا تھا۔

"آپ کے ہاتھ پر دوسری شادی کی لکیر ہے۔۔۔ ایک مضبوط لکیر۔۔۔ ایک خوش گوار' کامیاب۔۔۔ دوسری شادی۔"

پامسٹ نے امامہ کا ہاتھ پکڑے اسے دیکھتے ہوئے جیسے حتمی انداز میں کہا۔ امامہ کا رنگ اڑ گیا تھا اس نے گردن موڑ کر سالار کو دیکھا۔ وہ اپنی جگہ پر ساکت تھا۔

"آپ کو یقین ہے؟" امامہ کو لگا جیسے پامسٹ نے کچھ غلط پڑھا تھا اس کے ہاتھ پر۔

"جہاں تک میرا علم ہے اس کے مطابق تو آپ کے ہاتھ پر شادی کی دو لکیریں ہیں اور دوسری لکیر پہلی لکیر کی نسبت زیادہ واضح ہے۔"

پامسٹ اب بھی اس کے ہاتھ پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔ سالار نے امامہ کے کسی اگلے سوال سے پہلے جیب سے والٹ اور والٹ سے ایک کرنسی نوٹ نکال کر پامسٹ کے سامنے میز پر رکھا' پھر بڑی شائستگی سے کہتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"تھینک یو۔۔۔ بس اتنی انفارمیشن کافی ہے۔۔۔ ہم لیٹ ہو رہے ہیں' ہمیں جانا ہے۔"

اسے اٹھ کر وہاں سے چلتے دیکھ کر امامہ نہ چاہنے کے باوجود اٹھ کر اس کے پیچھے آئی تھی۔

"مجھے ابھی اور بہت کچھ پوچھنا تھا اس سے۔" اس نے خفگی سے سالار کے برابر میں آتے ہوئے کہا۔

"مثلاً"؟" سالار نے کچھ تیکھے انداز میں کہا۔ وہ فوری طور پر اس کے سوال کا جواب نہیں دے سکی۔

"اس نے مجھے اور پریشان کر دیا ہے۔" امامہ نے اس کے سوال کا جواب نہیں دیا' لیکن جب وہ پارکنگ میں آ گئے تو اس نے گاڑی میں بیٹھتے ہی سالار سے کہا۔

"It was your choice" (یہ تمہارا اپنا انتخاب تھا) سالار نے کچھ بے رخی سے کہا تھا۔ "اس نے تمہیں نہیں بلایا تھا' تم خود گئی تھیں اس کے پاس اپنا مستقبل دیکھنے۔"

"سالار! تم مجھے چھوڑ دو گے کیا؟" امامہ نے اس کی بات کے جواب میں یک دم کہا۔

"یہ نتیجہ اگر تم نے پامسٹ کی پیش گوئی کے بعد نکالا ہے تو مجھے تم پر افسوس ہے۔" سالار کو غصہ آیا تھا اس پر' امامہ کچھ خفیف سی ہو گئی۔

"ایسے ہی پوچھا ہے میں نے۔"

"تمہیں پہلے کم وہم تھے میرے بارے میں کہ کسی پامسٹ کی مدد کی ضرورت پڑتی۔" سالار کی خفگی کم نہیں ہوئی تھی۔

"دوسری شادی تو وہ تمہاری Predict (پیش گوئی) کر رہا ہے۔ ایک کامیاب خوش گوار ازدواجی زندگی اور تم مجھ سے پوچھ رہی ہو کہ کیا میں تمہیں چھوڑ دوں گا؟ یہ بھی تو ہو سکتا ہے تم مجھے چھوڑ دو۔"

سالار نے اس بار چبھتے ہوئے انداز میں کہا تھا۔ ان کی گاڑی اب مین روڈ پر آ چکی تھی۔

"میں تو تمہیں کبھی نہیں چھوڑ سکتی۔" امامہ نے سالار کو دیکھے بغیر بے ساختہ کہا۔

"پھر ہو سکتا ہے میں مر جاؤں اور اس کے بعد تمہاری دوسری شادی ہو۔" سالار کو یک دم اسے چڑانے کی سوجھی۔

امامہ نے اس بار اسے خفگی سے دیکھا۔

"تم بے وقوفی کی بات مت کرو۔"

"ویسے تم کر لینا شادی اگر میں مر گیا تو۔۔۔ اکیلی مت رہنا۔۔۔" امامہ نے کچھ اور برا مانا۔

"میں کچھ اور بات کر رہی ہوں تم کچھ اور بات کرنا شروع ہو جاتے ہو۔۔۔ اور تمہیں اتنی ہمدردی دکھانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

سالار کے مشورے نے اسے ڈسٹرب کیا تھا اور یہ اس کے جملے کی بے ربطی میں جھلکا تھا۔ سالار خاموش ہوا۔ امامہ بھی خاموش تھی۔

"تم اصل میں یہ چاہتے ہو کہ میں تم سے کہوں کہ اگر میں مر جاؤں تو تم دوسری شادی کر لینا۔" وہ کچھ لمحوں کے بعد یک دم بولی تھی۔ وہ اس کی ذہانت پر عش عش کر اٹھا تھا۔

"تو کیا میں نہ کروں؟" سالار نے جان بوجھ کر اسے بڑی سنجیدگی سے چھیڑا۔ اس نے جواب دینے کے بجائے اسے بڑے پریشان انداز میں دیکھا۔

"مجھے پامسٹ کے پاس جانا ہی نہیں چاہیے تھا۔" وہ پچھتائی تھی۔

"تم مجھ سے سود کے بارے میں سوال کرتی ہو اور خود یہ یقین رکھتی ہو کہ اللہ کے علاوہ کسی انسان کو کسی دوسرے انسان کی قسمت کا حال پتا ہو سکتا ہے؟" وہ صاف گو تھا اور ہمیشہ سے تھا مگر اس کی صاف گوئی نے امامہ کو کبھی اس طرح شرمندہ نہیں کیا تھا جس طرح اب کیا تھا۔ گھڑوں پانی پڑنے کا مطلب اسے اب سمجھ آیا تھا۔

"انسان ہوں، فرشتہ تو نہیں ہوں میں۔" اس نے مدھم آواز میں کہا تھا۔

"جانتا ہوں اور تمہیں فرشتہ کبھی سمجھا بھی نہیں میں نے، مارجن آف error دیتا ہوں تمہیں، لیکن تم مجھے نہیں دیتیں۔"

وہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔ وہ ٹھیک کہہ رہا تھا اور وہ بہت کم کوئی غلط بات کرتا تھا۔ امامہ کو یہ اعتراف تھا۔

"زندگی اور قسمت کا پتا اگر زائچوں، پانسوں، اعداد، لکیروں اور ستاروں سے لگنے لگتا تو پھر اللہ انسان کو عقل نہ دیتا بس صرف یہی چیزیں دے کر دنیا میں اتار دیتا۔"

وہ گاڑی چلاتے ہوئے کہہ رہا تھا اور وہ شرمندگی سے سن رہی تھی۔

"جب مستقبل بدل نہیں سکتے تو اسے جان کر کیا کریں گے۔ بہتر ہے غیب، غیب ہی رہے۔۔۔ اللہ سے اس کی خبر کے بجائے اس کا رحم اور کرم مانگنا زیادہ بہتر ہے۔"

وہ بول ہی نہیں سکی تھی۔ سالار بعض دفعہ اسے بولنے کے قابل نہیں چھوڑتا تھا، یہ یقین اور یہ اعتماد تو اس کا

اثاثہ تھا۔ یہ اس کے پاس کیسے چلا گیا تھا۔

اس رات امامہ کو پہلی بار یہ بے چینی ہوئی تھی۔ وہ ساتھی تھے۔ رقیب نہیں تھے' پر اسے چند لمحوں کے لیے سالار سے رقابت ہوئی تھی۔ وہ ایمان کے درجوں میں اس سے بہت پیچھے تھا۔ وہ اسے پیچھے کیسے چھوڑنے لگا تھا۔

✡ ✡ ✡
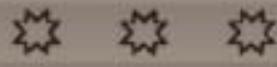
وہ سالار کے ساتھ خانہ کعبہ کے صحن میں بیٹھی ہوئی تھی۔ سالار اس کے دائیں جانب تھا وہ وہاں ان کی آخری رات تھی۔ وہ پچھلے پندرہ دن سے وہاں تھے اور اپنی شادی کے سات ماہ بعد وہاں عمرہ کے لیے آئے تھے۔

احرام میں ملبوس سالار کے برہنہ کندھے کو دیکھتے ہوئے امامہ کو ایک لمبے عرصے کے بعد وہ خواب یاد آیا تھا۔

سالار کے دائیں کندھے پر کوئی زخم نہیں تھا' لیکن اس کے بائیں کندھے کی پشت پر اب اس ڈنر نائف کا نشان تھا جو ہاشم مبین نے اسے مارا تھا۔

"تم نے پہلے کبھی مجھے اس خواب کے بارے میں نہیں بتایا۔" وہ امامہ کے منہ سے اس خواب کا سن کر ششدر رہ گیا تھا۔ "کب دیکھا تھا تم نے یہ خواب؟"

امامہ کو تاریخ' مہینہ' دن' وقت' سب یاد تھا... کیسے بھول سکتا تھا؟ وہ اس دن جلال سے ملی تھی... اتنے سالوں کے لاحاصل انتظار کے بعد...

سالار گنگ تھا' وہ وہی رات تھی جب وہ یہاں امامہ کے لیے گڑگڑا رہا تھا۔ اس آس میں کہ اس کی دعا قبول ہو جائے... یہ جانے بغیر کہ اس کی دعا قبول ہو رہی تھی۔

"اس دن میں یہاں تھا۔" اس نے اپنی آنکھیں رگڑتے ہوئے امامہ کو بتایا تھا۔ اس بار وہ ساکت ہوئی۔

"عمرہ کے لیے؟"

سالار نے سر ہلایا۔ وہ سر جھکائے اپنے ہونٹ کاٹتا رہا۔ وہ کچھ بول ہی نہیں سکی' صرف اسے دیکھتی رہی۔

"اس دن تم یہاں نہ ہوتے تو شاید..."

ایک لمبی خاموشی کے بعد اس نے کچھ کہنا چاہا تھا' مگر بات مکمل نہیں کر سکی تھی۔

"شاید؟" سالار نے سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔ یوں جیسے چاہتا تھا وہ بات مکمل کرتی... وہ کیسے کرتی۔ اس سے کہتی یہ کہہ دیتی کہ وہ اس دن یہاں نہ ہوتا تو شاید جلال اس سے ایسی سرد مہری' ایسی بے رخی نہ برتتا... وہ سب کچھ نہ کہتا جو اس نے کہا تھا۔ وہ اس کے اور جلال کے بیچ میں اللہ کو لے آیا تھا اور اس کے لیے سالار کو یقیناً" اللہ نے ہی چنا تھا۔

ایک گہرا سانس لے کر اس نے سب کچھ جیسے سر سے جھٹکنے کی کوشش کی تھی' لیکن سالار کی باتیں اس کی سماعتوں سے چپک گئی تھیں۔

"اتنے سالوں میں جب بھی یہاں آیا' تمہارے لیے بھی عمرہ کیا تھا میں نے۔"

وہ بڑے سادہ لہجے میں امامہ کو بتا رہا تھا۔ اسے رلا رہا تھا۔

"تمہاری طرف سے ہر سال عید پر قربانی بھی کرتا رہا ہوں میں۔"

"کیوں؟" امامہ نے بھرائی ہوئی آواز میں اس سے پوچھا تھا۔

"تم منکوحہ تھیں میری... دور تھیں' لیکن میری زندگی کا حصہ تھیں۔"

وہ رو دی تھی۔ اس کے لیے سب کچھ اسی شخص نے کرنا تھا کیا؟

اسے سالار کے حافظ قرآن ہونے کا پتا بھی اسی وقت چلا تھا' وہ جلال کی نعت سن کر مسحور ہو جاتی تھی اور اب

وہاں حرم میں سالار کی قرات سن کر گنگ تھی۔

"ایسی قرات کہاں سے سیکھی تم نے؟" وہ پوچھے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔

"جب قرآن پاک حفظ کیا تب۔۔۔ اب تو پرانی بات ہو گئی ہے۔" اس نے بڑے سادہ لہجے میں کہا۔

امامہ کو چند لمحوں کے لیے جیسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا۔

"تم نے قرآن پاک حفظ کیا ہوا ہے؟ ڈاکٹر صاحب نے کبھی نہیں بتایا۔" وہ شاکڈ تھی۔

"تم نے بھی کبھی نہیں بتایا اتنے مہینوں میں۔"

"پتا نہیں کبھی خیال نہیں آیا۔۔۔ ڈاکٹر صاحب کے پاس آنے والے زیادہ تر لوگ حفاظ ہی ہیں۔ میرا حافظ قرآن ہونا ان کے لیے کوئی انوکھی بات نہیں ہو گی۔" وہ کہہ رہا تھا۔

"تم اتنا حیران کیوں ہو رہی ہو؟"

آنسوؤں کا ایک ریلا آیا تھا امامہ کی آنکھوں میں۔۔۔ جلال کو پیڈسٹل پر بٹھائے رکھنے کی ایک وجہ اس کا حافظ قرآن ہونا بھی تھا۔۔۔ اور آج وہ جس کی بیوی تھی' حافظ قرآن وہ بھی تھا۔ بہت سی نعمتیں پتا نہیں اللہ کس نیکی کے عوض عطا کرتا ہے' سمجھ میں نہیں آتا۔ وہ دلوں میں کیسے رہتا ہے۔ وہ سنتی آئی تھی' وہ دلوں کو کیسے بوجھ لیتا ہے' وہ دیکھ رہی تھی۔۔۔ بس سب کچھ "کن" تھا اللہ کے لیے۔۔۔ بس ایسے۔۔۔ اتنا ہی سہل۔۔۔ آسان۔۔۔ پلک جھپکنے سے پہلے۔۔۔ سانس آنے سے پہلے۔۔۔

اللہ سامنے ہوتا تو وہ اس کے قدموں میں گر کر روتی۔۔۔ بہت کچھ "مانگا" تھا پر یہ تو صرف "چاہا" تھا۔

وہ اتنا کچھ دے رہا تھا۔ اس کا دل چاہا تھا' وہ ایک بار پھر بھاگ کر حرم میں چلی جائے جہاں سے کچھ دیر پہلے آئی تھی۔

"رو کیوں رہی ہو؟"

وہ اس کے آنسوؤں کی وجہ نہیں جان پایا۔ وہ روتے روتے ہنسی۔

"بہت خوش ہوں اس لیے۔۔۔ تمہاری احسان مند ہوں اس لیے۔۔۔ نعمتوں کا شکر ادا نہیں کر پا رہی اس لیے۔"

وہ روتی' ہنستی اور کہتی جا رہی تھی۔

"بے وقوف ہو اس لیے۔" سالار نے جیسے خلاصہ کیا۔

"ہاں وہ بھی ہوں۔" اس نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے شاید پہلی بار سالار کی زبان سے اپنے لیے بے وقوف کا لفظ سن کر خفگی کا اظہار نہیں کیا تھا۔

ایک لمحہ کے لیے امامہ نے آنکھیں بند کیں پھر آنکھیں کھول کر حرم کے صحن میں خانہ کعبہ کے بالکل سامنے برابر میں بیٹھے سالار کو دیکھا جو بہت خوش الحانی سے قران پاک کی تلاوت کر رہا تھا۔

فبای آلاء ربکما تکذبٰن۔۔۔

"اور تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟"

"تم جو کچھ کر رہی ہو امامہ۔۔۔ تم اس پر بہت پچھتاؤ گی' تمہارے ہاتھ کچھ بھی نہیں آئے گا۔"

نو سال پہلے ہاشم مبین نے اس کے چہرے پر تھپڑ مارتے ہوئے کہا تھا۔

"ساری دنیا کی ذلت' رسوائی' بدنامی اور بھوک تمہارا مقدر بن جائے گی۔" انہوں نے اس کے چہرے پر ایک اور تھپڑ مارا تھا۔

"تمہارے جیسی لڑکیوں کو اللہ ذلیل و خوار کرتا ہے۔۔۔ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑتا۔"

امامہ کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

"ایک وقت آئے گا جب تم دوبارہ ہماری طرف لوٹو گی... منت سماجت کرو گی... گڑگڑاؤ گی... تب ہم تمہیں دھتکار دیں گے... تب تم چیخ چیخ کر اپنے منہ سے اپنے گناہ کی معافی مانگو گی... کہو گی کہ میں غلط تھی۔"

امامہ اشک بار آنکھوں سے مسکرائی۔

"میری خواہش ہے بابا۔" اس نے زیرِ لب کہا۔ "کہ زندگی میں ایک بار میں آپ کے سامنے آؤں اور آپ کو بتا دوں کہ دیکھ لیجئے۔ میرے چہرے پر کوئی ذلت کوئی رسوائی نہیں ہے۔ میرے اللہ نے میری حفاظت کی۔ مجھے دنیا کے لیے تماشا نہیں بنایا۔ نہ دنیا میں بنایا ہے نہ ہی آخرت میں کسی رسوائی کا سامنا کروں گی۔ اور میں آج اگر یہاں موجود ہوں تو صرف اس لیے کیونکہ میں سیدھے راستے پر ہوں اور یہاں بیٹھ کر میں ایک بار پھر اقرار کرتی ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری رسول ہیں۔ ان کے بعد کوئی پیغمبر آیا ہے نہ ہی کبھی آئے گا۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ وہی پیر کامل ہیں میں اقرار کرتی ہوں کہ ان سے کامل ترین انسان کوئی دوسرا نہیں۔ ان کی نسل میں بھی کوئی ان کے برابر آیا ہے نہ ہی کبھی آئے گا اور میں اللہ سے دعا کرتی ہوں کہ وہ مجھے میری آنے والی زندگی میں بھی کبھی اپنے ساتھ شرک کروائے نہ ہی مجھے اپنے آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کسی کو لا کھڑا کرنے کی جرات ہو۔ میں دعا کرتی ہوں کہ اللہ زندگی بھر مجھے سیدھے راستے پر رکھے۔ بے شک میں اس کی کسی نعمت کو نہیں جھٹلا سکتی۔"

سالار نے سورۃ رحمٰن کی تلاوت ختم کرلی تھی۔ چند لمحوں کے لیے وہ رکا، پھر سجدے میں چلا گیا۔ سجدے سے اٹھنے کے بعد وہ کھڑا ہوتے ہوتے رک گیا۔ امامہ آنکھیں بند کیے دونوں ہاتھ پھیلائے دعا کر رہی تھی۔ وہ اس کی دعا ختم ہونے کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ امامہ نے دعا ختم کی۔ سالار نے ایک بار پھر اٹھنا چاہا اور اٹھ نہیں پایا۔ امامہ نے بہت نرمی سے اس کا دایاں ہاتھ پکڑ لیا تھا۔ وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔

"یہ جو لوگ کہتے ہیں نا کہ جس سے محبت ہوئی، وہ نہیں ملا۔ ایسا پتا ہے کیوں ہوتا ہے؟" رات کے پچھلے پہر نرمی سے اس کا ہاتھ تھامے وہ بھیگی آنکھوں اور مسکراتے چہرے کے ساتھ کہہ رہی تھی۔

"محبت میں صدق نہ ہو تو محبت نہیں ملتی۔ نو سال پہلے جب میں نے جلال سے محبت کی تو پورے صدق کے ساتھ کی۔ دعائیں، وظیفے، منتیں۔ کیا تھا جو میں نے نہیں کیا مگر وہ مجھے نہیں ملا۔"

وہ گھٹنوں کے بل بیٹھی ہوئی تھی۔ سالار کا ہاتھ اس کے ہاتھ کی نرم گرفت میں تھا اس کے گھٹنے پر دھرا تھا۔

"پتا ہے کیوں؟ کیونکہ اس وقت تم بھی مجھ سے محبت کرنے لگے تھے اور تمہاری محبت میں میری محبت سے زیادہ صدق تھا۔"

سالار نے اپنے ہاتھ کو دیکھا۔ اس کی ٹھوڑی سے ٹپکنے والے آنسو اب اس کے ہاتھ پر گر رہے تھے، سالار نے دوبارہ امامہ کے چہرے کو دیکھا۔

"مجھے اب لگتا ہے کہ مجھے اللہ نے بڑے پیار سے بنایا ہے۔ وہ مجھے ایسے کسی شخص کو سونپنے پر تیار نہیں تھا جو میری قدر نہ کرتا، ناقدری کرتا، مجھے ضائع کرتا اور جلال وہ میرے ساتھ یہی سب کرتا۔ وہ میری قدر کبھی نہ کرتا۔ نو سال میں اللہ نے مجھے ہر حقیقت بتادی۔ ہر شخص کا اندر اور باہر دکھا دیا اور پھر اس نے مجھے سالار سکندر کو سونپا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ تم وہ شخص ہو جس کی محبت میں صدق ہے۔ تمہارے علاوہ اور کون تھا جو مجھے یہاں لے آتا۔ تم نے ٹھیک کہا تھا۔ تم نے مجھ سے پاک محبت کی تھی۔"

وہ بے حس و حرکت سا اسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے اس اعتراف اس اظہار کے لیے کون سی جگہ چنی تھی۔ وہ اب اس کے ہاتھ کو نرمی اور احترام سے چومتے ہوئے باری باری اپنی آنکھوں سے لگا رہی تھی۔

"مجھے تم سے کتنی محبت ہوگی۔ میں یہ نہیں جانتی۔ دل پر میرا اختیار نہیں ہے، مگر میں جتنی زندگی بھی تمہارے

ساتھ گزاروں گی۔ تمہاری وفادار اور فرماں بردار رہوں گی۔ یہ میرے اختیار میں ہے میں زندگی کے ہر مشکل مرحلے ' ہر آزمائش میں تمہارے ساتھ رہوں گی۔ میں اچھے دنوں میں تمہاری زندگی میں آئی ہوں۔ میں برے دنوں میں بھی تمہارا ساتھ نہیں چھوڑوں گی۔"

اس نے جتنی نرمی سے اس کا ہاتھ پکڑا تھا اسی نرمی سے چھوڑ دیا۔ وہ اب سر جھکائے دونوں ہاتھوں سے اپنے چہرے کو صاف کر رہی تھی۔

سالار کچھ کہے بغیر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ خانہ کعبہ کے دروازے کو دیکھ رہا تھا۔ بلاشبہ اسے زمین پر اتاری' جانے والی صالح اور بہترین عورتوں میں سے ایک دی گئی تھی۔ وہ عورت جس کے لیے سالار نے ہر وقت اور ہر جگہ دعا کی تھی۔

کیا سالار سکندر کے لیے نعمتوں کی کوئی حد رہ گئی تھی؟ اور اب جب وہ عورت اس کے ساتھ تھی۔ تو اسے احساس ہو رہا تھا کہ وہ کیسی بھاری ذمہ داری اپنے لیے لے بیٹھا تھا' اسے اس عورت کا کفیل بنا دیا گیا تھا جو نیکی اور پارسائی میں اس سے کہیں آگے تھی۔

امامہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ سالار نے کچھ کہے بغیر اس کا ہاتھ تھام کر وہاں سے جانے کے لیے قدم بڑھا دیے۔ اسے اس عورت کی حفاظت سونپ دی گئی تھی جس نے اپنے اختیار کی زندگی کو اس کی طرح کسی آلائش اور غلاظت میں نہیں ڈبویا' جس نے اپنی تمام جسمانی اور جذباتی کمزوریوں کے باوجود اپنی روح اور جسم کو اس کی طرح نفس کی بھینٹ نہیں چڑھایا۔

اس کا ہاتھ تھامے قدم بڑھاتے ہوئے اسے زندگی میں پہلی بار پارسائی اور تقویٰ' کا مطلب سمجھ میں آ رہا تھا۔

وہ اپنی پوری زندگی کو جیسے فلم کی کسی اسکرین پر چلتا دیکھ رہا تھا اور اسے بے تحاشا خوف محسوس ہو رہا تھا۔

"سالار! تم سے ایک چیز مانگوں؟"

امامہ نے جیسے اس کی سوچ کے تسلسل کو روکا تھا۔ وہ اس وقت حرم کے صحن سے باہر نکلنے ہی والے تھے۔ سالار نے رک کر اس کا چہرہ دیکھا۔ وہ جانتا تھا وہ اس سے کیا مانگنے والی تھی۔

"تم ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری خطبہ پڑھو۔" سالار کو اندازہ نہیں تھا' وہ اس سے یہ مطالبہ کرنے والی تھی۔ وہ حیران ہوا تھا۔

"آخری خطبہ؟ وہ بڑبڑایا۔

"ہاں وہی خطبہ جو انہوں نے جبل رحمت کے دامن میں دیا تھا' اس پہاڑ پر جس پر چالیس سال بعد حضرت آدم علیہ السلام اور حوا بچھڑ کر ملے تھے اور بخشے گئے تھے۔"

امامہ نے مدھم آواز میں کہا۔ ایک جھماکے کے ساتھ سالار کو پتا چل گیا تھا' وہ اسے آخری خطبہ کیوں پڑھوانا چاہتی تھی۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)